JAWAD
ONLINE ISLAMIC INSTITUTE

علمی و تحقیقی مضامین پر مشتمل مجلہ

سوئے طیبہ

جلد:02 | شمارہ:01 | مسلسل شمارہ:05 | محرم الحرام تا ربیع الاول 1447ھ | جولائی تا ستمبر 2025ء







مدیر اعلیٰ:
مولانا بلال احمد شاہ ہاشمی

سہ ماہی

سوئے طیبہ

جلد:02، شمارہ:01، مسلسل شمارہ:05، محرم الحرام تا ربیع الاول 1447ھ۔ جولائی تا ستمبر 2025ء

فہرست مضامین ”سوئے طیبہ“

یہ مسلماں ہیں، جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ النبی الامین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

اسلام اور کفر کے درمیان معرکۂ حق و باطل روز ازل سے جاری ہے۔ مسلمان ہمیشہ اپنے جذبۂ ایمانی اور قوت جاودانی سے کفار کے ساتھ جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر برسرپیکار رہے اور فتح و نصرت سے ہمکنار ہوئے۔

ہمارے آخری نبی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بدر، احد اور خندق کے مقامات پر یکے بعد دیگرے بے سروسامانی کے عالم میں کفار کے ساتھ ایسا جہاد کیا کہ چشم فلک نے اسلام کی فتح و نصرت کا ایسا حسین و جمیل نظارہ شاید پہلی دفعہ ہی دیکھا ہو۔

آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اپنے اخلاق حسنہ اور جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر آگے بڑھتے رہے اور فتوحات کے جھنڈے گاڑتے رہے۔ یوں اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہوتی رہی اور دنیا بھر میں اسلام پھیلتا چلا گیا۔

شومئ قسمت ہے کہ مسلمان جب اپنے دین اسلام کے سنہری اصولوں سے انحراف، جذبۂ جہاد سے روگرداں ہوئے، اپنے اسلاف کی روایات کو پس پشت ڈالا اور کفار کی تہذیب و تمدن کے دلدادہ ہوئے تو ان کا رعب و دبدبہ خاک میں مل کر رہ گیا، ذلت و رسوائی ان کا مقدر ٹھہری اور پھر مسلمان دنیا بھر کے کفار سے مرعوب ہوتے چلے گئے۔

آج خون مسلم اتنا ارزاں ہو چکا ہے کہ جدھر بھی دیکھیں مسلمان مولی گاجر کی طرح کٹ رہا ہے۔ اندلس میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا، بوسنیا میں مسلمانوں کی نسل کشی کی گئی۔ تھائی لینڈ میں مسلم کشی ہوئی۔ چیچنیا، افغانستان، عراق، لیبیا، یمن اور کشمیر میں مظلوم مسلمانوں کی ایک داستان خونچکاں ہے۔

گونتاناموجیل اور ابوغریب جیل میں مسلمان قیدیوں کے ساتھ نہایت ہی ہتک آمیز سلوک روا رکھا گیا چشم فلک نے ان عقوبت خانوں میں قیامت خیز، رقت انگیز اور روح فرسا مناظر دیکھے۔ یہاں کسی کو بھی انسانی حقوق اور قیدیوں کے حقوق یاد نہ آئے! ان مظالم پر کسی کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی!

انڈونیشیا کے ایک مشرقی صوبہ تیمور میں محض چند عیسائی مقیم تھے، انہیں پہلے اکثریت ظاہر کیا گیا، پھر انہیں حکومت کے خلاف اکسایا گیا اور پھر ان سے علیحدگی کا اعلان کرایا گیا، بس پھر کیا تھا، آناً فاناً اقوام متحدہ حرکت میں آئی سلامتی کونسل نے پھرتی دکھائی اور پھر دنیا نے دیکھا کہ ایک اسلامی ملک کا صوبہ توڑ کر تیمور کو ایک الگ ملک تسلیم بھی کرالیا گیا۔

جب کہ کشمیر میں مسلمان اپنے حق خود ارادیت کے لئے 75 سالوں سے ریاستی دہشت گردی کا شکار ہیں۔

عالم اسلام کے لئے اقوامِ متحدہ ہمیشہ "کفار متحدہ" اور اس کی سلامتی کونسل مسلمانوں کے لئے "تباہی کونسل" ثابت ہوئی۔

افسوس صد افسوس کہ پھر بھی ہمارے مسلم حکمران اقوامِ متحدہ کے لٹو بنے ہوئے ہیں۔

قلب میں سوز نہیں ،روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ یہود و نصاریٰ نے ملی بھگت سے عربوں کے قلب میں اسرائیلیوں کو بسایا اور انہیں ہر قسم کا اسلحہ و بارود پہنچایا، آج حالت یہ ہے کہ اسرائیل پورے عرب پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہا ہے۔

آج سر زمین انبیا و اولیا، سر زمین معراج اور سر زمین بیت المقدس یہود و نصاریٰ کے نرغے میں ہے۔ یوں تو اسرائیل نے یہاں اپنے قدم جماتے ہی فلسطینی مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا تھا لیکن 7 / اکتوبر 2023ء سے فلسطین کے خطۂ غزہ میں ظلم و ستم کا جو سلسلہ شروع جاری رکھا ہوا ہے۔ اس نے ظلم و ستم کے سارے ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔ اسرائیلی وزیر اعظم ناتین یاہو نے نمرود و شداد اور فرعون کی یادیں تازہ کر دی ہیں۔

غزہ میں نہتے مسلمان اسرائیلی بربریت کا بری طرح شکار ہیں۔ اب تک دو لاکھ کے قریب مسلمان جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔ ان میں اکثریت بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کی ہے۔ ہزاروں فلسطینی زخمی اور لاپتہ ہیں۔ غزہ

مکمل کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے۔ مسجدیں، مدارس، خانقاہیں، لائبریریاں، سکول، پناہ گاہیں، ہسپتال، دکانیں، مارکیٹیں اور بازار سب ملبے کا ڈھیر بن چکے ہیں۔ نہتے فلسطینی ابھی تک جذبۂ جہاد سے سرشار ہیں۔ بے سروسامانی کے عالم میں اسرائیلیوں کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر رہے ہیں۔

ایک فلسطینی بہادر باپردہ خاتون کھنڈرات پر کھڑے ہو کر غیرت مسلم کو کچھ یوں جھنجھوڑ رہی ہے:

"میرا شوہر میرے سامنے شہید ہو گیا، میرے بیٹے کے دونوں پیر کٹ گئے، میں نے اپنے حجاب سے اس کے پیر باندھے اور اسے چار کلومیٹر تک اٹھا کر لے گئی، میرا بیٹا بھی شہید ہو گیا، میں جو کر سکتی تھی کیا، یہاں تک کہ میرا حجاب دنیا بھر کے مسلمانوں سے زیادہ کار آمد ثابت ہوا۔"

فلسطینی علماو مشائخ کو چن چن کر شہید کیا جا رہا ہے۔ شیخ عبد اللہ میقاط رحمۃ اللہ علیہ کی پانچ ہزار کتب پر مشتمل لائبریری کو نذر آتش کر دیا گیا اور آپ کو بھی جام شہادت پلا دیا گیا۔

ایک فلسطینی بہادر باپ کی کہانی ملاحظہ فرمائیں:

ایک باپ اپنے بچوں کے لئے روٹیاں لینے گیا تھا۔ واپسی پر میزائل آگرا اور وہ شہید ہو گیا۔ دروازے پر کھڑے بچے اس کے انتظار میں تھے، روٹیاں خون میں بھیگ گئیں۔

آہ! بچے اب صرف بھوکے ہی نہیں رہے بلکہ اب تو یتیم بھی ہو گئے ہیں۔ استغفر اللہ

غزہ کے مناظر دل دہلا دینے والے ہیں، پریشان حال چہرے، تھکے ہارے جسم، ملبے میں بھٹکتے بھوکے پیاسے بے گھر مسلمان، مائیں اپنے بچوں کو کھانے کے لقمے کی تلاش میں گلے لگاتی ہیں۔ باپ اپنی بے بسی پر خون کے آنسو روتے ہیں اور بے یار و مددگار بچے اپنے گھر والوں کو پکارتے ہیں لیکن ان کی آواز سننے والا کوئی نظر نہیں آتا۔

ہر سو آہ و بکا، آہ و فغاں، فلک شگاف چیخیں، کربناک آہیں، پھول جیسے معصوم بچے مسلے جا رہے ہیں، تڑپتی ہوئی لاشیں بے یار و مددگار پڑی ہیں، متاع حیات لٹ رہی ہے،

اسرائیل نے نہایت ہی بے دردی سے غزہ کا ایسا محاصرہ کر رکھا ہے کہ یہاں کے باسیوں کے پاس کسی قسم کی امداد نہیں پہنچ رہی۔ انہیں کھانے پینے، طبی سہولیات اور دیگر بنیادی ضروریات سے یکسر محروم کر دیا گیا ہے۔ غزہ قحط کے دہانے پر کھڑا ہے جہاں نہتے مسلمان بھوک و پیاس سے جان کی بازی ہار رہے ہیں۔

گولہ و بارود کی بارش میں غزہ میں روزانہ ایک سو سے زائد مسلمان شہید ہو رہے ہیں۔ ایک منظم سازش کے تحت فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی کی جا رہی ہے کیونکہ کفار سمجھ گئے ہیں کہ اس قوم میں ابھی تک غیرت و حمیت باقی ہے اور ان کے بدن سے "روح محمد" ابھی تک نکالی نہیں جا سکی۔

سر زمین انبیا و اولیا پامال ہو رہی ہے۔ قبلۂ اول کے مکین مسلمانانِ فلسطین پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا ہے، الکفر ملۃ واحدۃ بن کر دنیا کے تمام کفار مسلمانانِ عالم کو صفحۂ ہستی سے مٹانے پر تلے ہوئے ہیں لیکن دنیا بھر میں چھپن (56) اسلامی ممالک کے حکمران ابھی تک خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں اور یہود و نصاریٰ کی غلامی پر خوشی سے جامہ میں پھولے نہیں سماتے۔ قضیۂ فلسطین کے حوالے سے تمام اسلامی ممالک کے حکمرانوں کا رویہ انتہائی بزدلانہ ہے۔ اگر تمام حکمران مل کر ہنگامی بنیادوں پر ایک اسلامی سربراہی کانفرنس ہی منعقد کر کے فلسطین میں جنگ بندی کے لئے یہود و نصاریٰ کے نام ایک نہایت ہی زور دار اعلامیہ جاری کر دیتے تو اس آگ و خون میں ضرور کمی آتی۔ تمام اسلامی ممالک کے حکمران آپس میں اتفاق و اتحاد سے رہنے پر ترجیح دیتے، یہود و نصاریٰ کے سفیروں کو اپنے اپنے ملک سے نکال باہر کرتے۔ ان کی مصنوعات کا نہایت ہی سختی سے بائیکاٹ کرتے، عرب ممالک اگر ان کا تیل ہی بند کر دیتے تو یہود و نصاریٰ اور ان کے گماشتوں کو دن میں تارے نظر آتے لیکن افسوس ایسا نہ ہو سکا۔ بلکہ ہمارے مسلم حکمران یہود و نصاریٰ سے ایسے سہمے ہوئے ہیں کہ انفرادی طور پر بھی کھل کر فلسطینی مسلمانوں کی تائید و حمایت میں آواز تک نہیں اٹھا رہے اور اخلاقی طور پر کھل کر ان کے لئے غلہ و خوراک اور طبی ضروریات بھی نہیں پہنچا رہے۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود

قضیۂ فلسطین میں تمام مسلم ممالک میں سے عرب ممالک کا کردار انتہائی گھٹیا اور گھناؤنا رہا ہے۔ سعودی عرب میں امام حرم شیخ صالح آل طالب نے جب سر زمین حرمین میں مرد و زن کے اختلاط، رقص، عریانیت، بے حیائی، ڈانس پارٹیوں اور مسلم معاشرے کی صورت مسخ کرنے پر حکومت پر تنقید کی تو انہیں کلمۂ حق کہنے پر فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ حرمین شریفین میں جس امام و خطیب نے بھی فلسطینی مسلمانوں کے حق میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اسے

گرفتار کرلیا گیا۔ سر پر فلسطینی رومال باندھنے پر ایک ترک خاتون کو خانہ کعبہ کا طواف کرنے سے روک دیا گیا۔ نجدیوں کی بے باکیاں اور گستاخیاں تو اظہر من الشمس ہیں۔ الشیخ السید محمد علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اور الشیخ السید محمد یوسف الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے عرب کی سرزمین میں بیٹھ کر ان نجدیوں کا علمی و تحقیقی رد کیا جو اپنی مثال آپ ہے۔

چند ہفتے قبل جب امت مسلمہ کا قاتل اعظم امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ عرب ممالک کے دورے پر آیا تو عرب حکمرانوں نے اس کے استقبال کے لئے اپنی غیرت وحمیت اور شرم وحیا کا جنازہ نکال کر رکھ دیا تھا۔

اس کے استقبال کے لئے جھک کر زمین پر نظریں رکھ دیں جو اسے خوش آمدید کہنے آئے وہ ادب میں الٹے پاؤں واپس پلٹے اور جب کوئی غلام رسول مدینہ منورہ میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دے کر الٹے پاؤں پلٹے تو یہی نجدی اسے بدعت اور شرک کہتے ہوئے عاشق رسول پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

حیرت ہے کہ ادب اگر ہمارے نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہو تو نجدیوں کے نزدیک بدعت اور شرک سے کم نہیں اور اگر سیاست کے لئے ہو تو نجدی اسے پروٹوکول کا نام دیتے ہیں۔

ٹرمپ کے استقبال کے لئے راستے کے دونوں اطراف میں نوجوان مسلم بے پردہ بچیوں کو کھڑا کیا گیا، ٹرمپ کے گزرنے پر ان بچیوں نے اپنے سر کے بال دونوں طرف لہرا لہرا کر اس کا استقبال کیا۔ حکمرانوں نے اپنی خواتین کو ٹرمپ سے ملوایا اور مصافحہ کرایا۔

یہاں لال رومال والے تنخواہ دار نجدیوں کا دور دور تک نام ونشاں تک نہ تھا جو مسلمانوں پر بدعت اور شرک کے گولے برساتے رہتے ہیں۔ عرب حکمرانوں نے ٹرمپ کو بے شمار اعزازات و تحائف سے نوازا۔ ٹرمپ نے آل سعود اور شام کے صدر سے اسرائیل کو تسلیم کرنے کا مطالبہ بھی دہرایا تھا۔

قطر نے صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو بوئنگ 747 طیارہ ٹرمپ فورس ون تحفے میں دیا جس کی دم پر 24 قیراط سونے کا پورٹریٹ، سنہری اندرونی حصہ اور سونے کا ایک ٹھوس ٹوائلٹ ہے۔ قطری حکام نے اسے "دوستی اور احترام کی علامت" قرار دیا ہے۔ امیر قطر کی جانب سے ٹرمپ کو بطورِ ہدیہ پیش کیا جانے والا محل نما جہاز جسے دنیا کا قیمتی ترین تحفہ کہا جا رہا ہے، دوسری طرف غزہ میں بھوک اور پیاس سے معصوم تڑپ تڑپ کر جان دے رہے ہیں اور یہاں مسلمان حکمران کفار کے سربراہ اور امت مسلمہ کے قاتل اعظم کو عیاشیوں کے لئے مہنگے ترین تحفے دیئے جا رہے

ہیں۔ اس جہاز کی قیمت 40 کروڑ امریکی ڈالر بتائی جارہی ہے۔

ابوظہبی میں تاریخ میں پہلی بار شیخ زید مسجد ٹرمپ کی آمد کی وجہ سے نمازیوں کے لیے بند کردی گئی اور ٹرمپ جوتیوں سمیت مسجد میں ٹہلتا رہا۔

امریکی صدر ٹرمپ عرب حکمرانوں سے 3320 ارب ڈالر لے کر واپس امریکہ روانہ ہوا۔ یہ رقم پاکستانی کرنسی میں تقریباً 925 کھرب روپے بنتی ہے۔ اور یہی رقم امت مسلمہ کے خلاف استعمال کی جائے گی۔ امریکہ نے اسرائیل کو فلسطین کے خلاف جو امداد دی تھی وہ رقم اب عرب حکمرانوں سے لے اڑا۔

یہ عرب حکمران تو یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ثابت ہوئے ہیں۔ وہاں غزہ میں ایک آٹے کا تھیلا دو لاکھ روپے پہ پہنچ گیا ہے اور پانی کا ایک ٹینکر ستر ہزار روپے میں بھی دستیاب نہیں ہو رہا۔ لیکن یہ عیاش حکمران بالکل ٹس سے مس نہیں ہو رہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ عرب ممالک کے دورے کے بعد جب اپنے ملک امریکہ پہنچا تو اس نے جن الفاظ میں عرب حکمرانوں کا شکریہ ادا کیا وہ مسلم حکمرانوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔

اب ذرا ٹرمپ کے "کلماتِ تشکر" ملاحظہ فرمائیں:

"میں ابھی مشرق وسطیٰ سے واپس آیا ہوں اور یقین کریں، یہ زندگی کا سب سے بُرا انتظام تھا جو میں نے دیکھا۔ وہ جنہیں "لگژری مقامات" کہا جا رہا تھا، وہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں تھے۔ ارے بھائی، نیویارک کے کسی بھی ٹرمپ ٹاور کی شان و شوکت ان سب پر بھاری ہے۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا ایک 24 قیراط سونے کے فوارے سے یہ مضحکہ خیز ہے!

میں تو مار-اے-لاگو، فلوریڈا میں پچھلے 10 سال سے ٹھوس سونے کے نلکوں کے ساتھ رہ رہا ہوں!

ان کی مذاکراتی صلاحیتیں تو اس سے بھی زیادہ مایوس کن تھیں۔ انہیں لگا کہ وہ مجھے صرف سونے کی پلیٹوں پر کھانا کھلا کر قابو پالیں گے؟

میں پچاس سال سے کاروباری دنیا میں ہوں اور کوئی بھی صدر ٹرمپ کو بے وقوف نہیں بنا سکتا۔

میں نے انہیں صاف الفاظ میں کہا: یا تو میری شرائط مانو، یا وقت ضائع مت کرو۔ اور ہوا کیا؟ فوراً معاہدے پر دستخط کر دیے! کیونکہ مجھ سے بہتر مذاکرات کوئی نہیں جانتا

اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ میڈیا نے سینکڑوں تصویریں لیں، لیکن ایک بھی تصویر میری "صدارتی وجاہت" کو ظاہر نہیں کر سکی۔

اب اگلی بار میں وہاں تب ہی جاؤں گا اگر پورے ملک کو "ٹرمپ اسٹائل" میں سجا دیا جائے ورنہ بھول جائیں"

اے مسلم حکمرانو! اللہ کے عذاب سے ڈرو، خدارا ہوش میں آؤ اور اپنی غیرت ایمانی کو آواز دو، قبلۂ اول کے مکین مسلمانانِ فلسطین کی تائید و حمایت میں کھڑے ہو جاؤ۔ سب مل کر اپنا اسلامی بلاک بناؤ، "مسلم متحدہ" بناؤ، ورنہ تمہارا نام و نشاں تک مٹ جائے گا۔

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

یہ حکمرانی، یہ بادشاہت یہ سب عظمتیں مستعار ہیں ایک دن آپ سے واپس لے لی جائیں گی اور کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دو گے۔

خدارا اٹھو، آگے بڑھو اور سب مل کر جہاد کا اعلان کرو! فلسطینی مظلوموں کی آہیں تمہیں پکار رہی ہیں۔

یا اللہ! مظلوموں کی غائبانہ مدد فرما اور اور ظالموں اور ان کے تمام حامیوں کو نیست و نابود فرما۔

آمین آمین آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتۡحٌ قَرِيۡبٌ

بد قسمتی سے اس وقت پورا عالم اسلام ایک ہیجانی کیفیت سے دوچار ہے۔ جہاں سرزمین انبیا و اولیا فلسطین پر یہود و نصاریٰ نے قیامت صغریٰ برپا کر رکھی ہے۔ وہاں گزشتہ چند ہفتے قبل یہود و ہنود اور نصاریٰ نے مل کر ایک منظم سازش سے مملکت خداداد پاکستان پر بھی رات کی تاریکی میں حملہ کر کے یہاں کے مسلمانوں کی غیرت و حمیت کو للکارا تو جوابی حملے میں اس نے منہ کی کھائی اور شکست سے دوچار ہوا۔

الحمد للہ والشکر للہ، ہمارا پیارا ملک پاکستان کلمۂ طیبہ کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آیا ہے اور اس وقت ایک ایٹمی

اسلامی ملک ہے۔ہندوستان کی مودی حکومت نے اسے تر نوالہ سمجھ ہوا تھا جوان کا محض ایک خواب وخیال ہی ہے۔

ایں خیال محال است و جنوں است

الحمدللہ، ہماری بہادر اور غیور افواج "بنیان مرصوص "ثابت ہوئی اور اس نے اپنے ملک کا دفاع کرتے ہوئے دشمنوں کی تمام ناپاک چالوں اور مکر و فریب کو خاک میں ملایا۔اور ان کے غرور و تکبر کے طلسم کو بھی پاش پاش کر کے رکھ دیا۔

آج بھی ہو جو ابراھیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

یقیناً ہماری افواج جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر دشمنانِ پاکستان کے خلاف نہایت ہی جرآت و بہادری سے لڑی لیکن بدقسمتی سے ان جنگی حالات میں بھی ایک سیاسی جماعت کا رویہ انتہائی افسوس ناک رہاہے،اس کے لیڈران اور کارکنان سوشل میڈیا پر دن رات افواج پاکستان کی کردار کشی میں مصروف رہے۔ایسے لوگوں کی اس گھٹیا اور گھناؤنی حرکت،سوچ اور فکر کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔انہیں اگر "جعفران ایں زماں" کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

اللہ کے بندو!یہ مملکت خداداد ہمارے لئے عطیۂ خداوندی ہے ، یہ سلامت ہے تو ہم ہیں، ہماری مساجد ، ہمارے مدارس، ہماری خانقاہیں، ہمارے ادارے سلامت ہیں اور ہماری سیاست ہے۔

مملکت خداداد پاکستان میں بسنے والے تمام افراد کسی بھی ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لئے صبر و تحمل سے احتیاطی تدابیر اختیار کریں اور اس جنگ میں افواج پاکستان کی تائید وحمایت میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ ان شاء اللہ آخر تک کامیابی ہماری ہی ہو گی۔

نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحٌ قَرِيۡبٌ

مسلمانانِ پاکستان دن رات اپنے ملک کی سلامتی کے لئے بالخصوص اور عالم اسلام کے لئے بالعموم دعائیں جاری رکھیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہماری افواج کو کامیابی و

کامرانی عطافرمائے اور اس کے دشمنوں کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملائے۔ مملکت خداداد پاکستان کے اندرونی مخالفین، منافقین اور مفسدین کے شرور سے بھی اسے ہمیشہ محفوظ ومامون فرمائے۔

آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین۔

قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال سے روکا جائے!

جب کشمیر کے لوگ پاکستان ہجرت کر کے آئے تو ان کے ساتھ ہی مرزا قادیانی آنجہانی کے ماننے والے بھی کچھ لوگ یہاں آئے اور انہوں نے مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کی تحصیل پنڈی گھیب کے علاقے کسراں میں اپنے ڈیرے ڈال لیے، آغاز میں ان کی تعداد زیادہ تھی اور ایک طویل عرصہ یہ لوگ یہاں سکون کے ساتھ رہتے رہے، آج سے کچھ سال قبل قادیانیوں نے پاکستان کے آئین و قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے کفریہ عقائد کی ترویج اور شعائر اسلام کا استعمال کرنا شروع کر دیا، لیکن قانون نافذ کرنے والے ادارے حرکت میں نہ آئے۔

ہر سال گزرنے کے ساتھ قادیانیوں کی یہ غیر شرعی و غیر قانونی سرگرمیاں بڑھتی چلی گئیں حتی کہ سال 1445ھ۔2024ء میں عید الاضحیٰ کے موقع پر ملک بھر میں قادیانیوں نے عید قرباں پر جانور ذبح کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا کسراں میں بھی قادیانیوں کی جانب سے یہ غیر قانونی کام کرنے کی کوشش کی گئی جس پر کسراں میں بسنے والے مسلمانوں نے ان کے خلاف ایکشن لیا اور قانونی راہ اختیار کی، لیکن قانون نافذ کرنے والوں نے اس حساس معاملے کو سنجیدہ نہ لیا، جس کی وجہ سے کسراں میں قادیانیوں کی غیر قانونی سرگرمیوں کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا، سال 2024ء میں ان کی سرگرمیوں میں مزید اضافہ ہوا جس پر کسراں کے مسلمانوں نے حسب سابق قانونی راہ اختیار کی، ابھی معاملات حل نہیں ہوئے تھے کہ قادیانیوں نے سال 2025ء اپریل میں پاکستان کے آئین کو پاؤں تلے روندتے ہوئے ایک بار پھر شعائر اسلام کا استعمال کیا اور کسراں میں جمعہ کے دن مسلمانوں کے نماز جمعہ کے وقت میں، مسلمانوں کے انداز و نماز کی مشابہت کر کے اپنے گند خانے میں اجتماع کا سلسلہ شروع کر دیا، اور ان کے تحفظ کیلئے مقامی انتظامیہ کی جانب سے پولیس چیک پوسٹ قائم کر دی گئی، قادیانیوں کے اس غیر قانونی اقدام پر تحصیل پنڈی گھیب کے تمام مکاتب فکر کے علماء وتنظیمات نے ان کے خلاف ایکشن لیا اور قانونی راہ اختیار کی،

صد افسوس کہ ہر بار کی طرح اس بار بھی مقامی انتظامیہ نے پاکستان کے آئین کی سرعام خلاف ورزی کرنے والوں کو تو مکمل تحفظ دیا، لیکن آئین کی پاسداری کرنے والے پاکستان کے وفادار علما و مشائخ کی آئے روز گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کر دیا، جس پر پھر سے علمائے کرام، امن کمیٹی ضلع اٹک اور مقامی انتظامیہ کے درمیان مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا اور اس معاملے کے حل کیلئے اداروں نے یقین دہانی کروائی، اسی دوران 31۔ مئی 2025ء کو پھر سے ایک عالم دین مولانا اورنگزیب زید مجدہ (ساکن توت، پنڈی گھیب) کو رات کے اندھیرے میں پولیس نے گھر سے اٹھالیا، جس پر پنڈی گھیب کے تمام علمائے کرام اور تنظیمات نے تشویش کا اظہار کیا اور انتظامیہ کے اس غیر منصفانہ فعل کے خلاف یکم جون 2025ء کو پر امن احتجاج کا فیصلہ کیا، احتجاج کے لئے علماء نے پنڈی گھیب ظفر چوک کا انتخاب کیا اور وہاں مرزائیوں کی غیر قانونی سرگرمیوں اور مقامی انتظامیہ کے غیر منصفانہ اقدام کے خلاف مسلمانوں کا پر امن احتجاجی دھرنا شروع ہو گیا، ابھی 2 گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ ڈی پی او اٹک سردار غیاث گل اور ایس ایچ او پنڈی گھیب منور خان 400 اہلکاروں، پولیس، ایف سی، ایلیٹ فورس، کے ساتھ ظفر چوک پہنچے اور بلا تاخیر نہتے اور پُر امن علماء و عوام مسلمانوں پر آنسو گیس اور لاٹھی چارج کے ساتھ دھاوا بول دیا، اور 35 علماء و حفاظ و عوام کو پابند سلاسل کر دیا، ان میں سب سے پہلے مولانا قاری تصور حسین کی گرفتاری ہوئی جنہیں اسی دن شام کے وقت رہا کروالیا گیا تھا۔(یہ گرفتاری دھرنے سے کچھ دن قبل تھی، کیوں کہ قادیانی سرگرمیوں کی روک تھام کے لیے قاری صاحب کے مدرسے میں میٹنگ کا اعلان کیا گیا تھا، اس کی پاداش میں انھیں گرفتار کیا گیا تھا) دیگر گرفتار ہونے والوں میں پینتیس افراد میں عوام اہل سنت کے علاوہ مولانا محمود اختر، مولانا حافظ ناصر محمود ، حافظ محمد حمزہ، نعت خواں حاجی مشتاق احمد اور ایک اہم سنی شخصیت زاہد صابر شامل ہیں۔

دھرنے کی جگہ 1 لاکھ کا نقصان، جب کہ تحریک لبیک پاکستان کے دفتر میں پولیس اہلکاروں نے حملہ کیا اور دروازے، کھڑکیوں کے شیشے، کرسیاں، میز و دیگر چیزوں کی توڑ پھوڑ کی اور کثیر تعداد میں سامان اٹھا کر لے گئے جس کے نتیجے میں 1 لاکھ سے اوپر کی مالیت کا نقصان ہوا، 2 گھنٹے گزرنے کے بعد پولیس کی جانب سے مذاکرات کی آفر کی گئ جس کو علماء نے قبول کیا۔

مذاکراتی ٹیم میں صاحب زادہ معین شہزاد چشتی، مولانا رضاء المصطفی چشتی، علامہ پروفیسر بشیر احمد رضوی اور

تحریک لبیک پاکستان ضلع اٹک کے امیر سردار اصغر علی خان شامل تھے۔ ثالثی کا کردار صاحب زادہ عطاء المصطفیٰ جمیل نے ادا کیا۔

مذاکرات ڈی پی او اٹک کے ساتھ تھانہ پنڈی گھیب میں ہوئے۔ مذاکرات کامیابی سے اپنے منطقی انجام تک پہنچے ان مذاکرات میں مسلمانوں کے درج ذیل مطالبات کو تسلیم کیا گیا:

1- قادیانی پاکستان کے آئین کے مطابق شعائر اسلام کا استعمال نہیں کر سکتے۔

2- عید الاضحی کے موقع پر قربانی نہیں کر سکتے۔

3- جمعہ کے دن 12 سے 3 بجے تک اپنے گند خانے میں کسی قسم کا اجتماع نہیں کریں گے۔

4- قادیانی اپنی قبروں میں سے کسی بھی قبر پر کلمہ شریف نہیں لکھ سکتے جو پہلے سے لکھ چکے وہ عدالت میں زیر سماعت ہے۔

5- قادیانیوں نے مسلمانوں کی مسجد کی مانند اگر کہیں عمارت بنا رکھی ہے اور اس میں محراب بھی بنایا ہو تو اس محراب کو ختم کیا جائے۔

ان مطالبات کو پورا کرنے کی یقین دہانی پر دعائے خیر ہوئی اور انتظامیہ نے ان پر عمل درآمد کے لئے صرف 2 دن کا وقت مانگا اور تمام اسیران کو رہا کر دیا۔

نوٹ: کسراں میں اس وقت قادیانیوں کی تعداد صرف 40 سے 50 کے درمیان ہے۔

حکومت پاکستان کو چاہیئے کہ وہ قادیانیوں کو پاکستان کے آئین کا پابند بنائے اور شعائر اسلام کے استعمال کرنے پر انہیں گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے تا کہ ملک میں امن عامہ برقرار رہے۔ ملک بھر میں جب بھی کہیں قادیانیوں نے شعائر اسلام کا استعمال کرنے کی کوشش کی تو غلامان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر بروقت گرفت کی اور انہیں پکڑ کر پولیس کے حوالے کیا، جہاں کہیں انہوں نے مسلمانوں کی مساجد کی طرز پر مینار بنائے تو مسلمانوں نے انہیں پولیس کی نگرانی میں گرایا۔ اس کام کو سراہا جانا چاہیئے تھا لیکن ستم ظریفی اور ظلم کی انتہا یہ ہے کہ جب بھی کہیں قادیانیوں نے شعائر اسلام کا استعمال کرنے کی ناپاک جسارت کی تو مسلمانوں نے اس پر احتجاج کیا اور انہیں قانون و آئین کے مطابق سزا دینے کا مطالبہ کیا تو لبرل اور سیکولر طبقہ ان کی محبت میں ماہی بے آب کی

طرح تڑپ اٹھتا ہے اور آسمان سر پر اٹھالیتا ہے حالانکہ چاہیے تو تھا کہ یہ سب اپنے ملک کے آئین و قانون کی تائید و حمایت میں یکجا ہو کر سامنے آتے۔

حکومت پاکستان اس ملک میں رہنے والے مخالفین، منافقین، مرتدین اور ان کے حامیوں پر کڑی نظر رکھے اور انہیں شعائر اسلام استعمال کرنے پر قانون کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے۔

اللہ کرے کوئی ایسا مرد مجاہد آئے جو اس ملک میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی نفاذ کو یقینی بنائے اور مرتدین کو ان کے منطقی انجام تک پہنچائے۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

دعا گو و دعا جو

گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

"خلیفۂ مجاز بریلی شریف"

سر پرست اعلیٰ: سہ ماہی "سوئے طیبہ" (آن لائن)

ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

(7/ذوالحجہ 1446ھ/4/جون 2025ء بروز بدھ بوقت 6 بجے، عصر)

حمد باری تعالیٰ

از: ریاض مجید

بنا ہے دامنِ ہر حرف، کہکشانِ حمد
زمینِ لفظ پہ اُترا ہے آسمانِ حمد

تمام خلق نے مل کر جو آج تک کی ہے
ہے ناتمام سی اک سعی در گمانِ حمد

ہیں خاک بستہ مرے لفظ، گنگ اور حیران
سفر میں نُور کی رفتار سے ہے شانِ حمد

ندامتوں کے اسیر خیال! تُو ہی بتا
سوائے عجز بیاں کیا ہو ارمغانِ حمد؟

خجالتوں سے بھری زندگی! اشارہ کر
دبیز چُپ کے علاوہ ہو کیا زبانِ حمد؟

شہادت اُس کی ربوبیت اور عظمت کی
ہر ایک ذرّۂ تخلیق ہے نشانِ حمد

ہزار عمرِ خضر بھی ادائے شکر کو کم
کسی بھی طور مکمل نہ ہو بیانِ حمد

ریاض سوچ یہ غربالِ لفظ کے اندر
سمٹ سکے گا کبھی بحرِ بیکرانِ حمد؟

نعت

از: محمد معظم سدا معظم مدنی

عاصی کے لبوں پر بھی ثنا ہے کہ نہیں ہے
یہ سرورِ عالم کی عطا ہے کہ نہیں ہے

روتا ہے کہ حالات کا تالا نہیں کھلتا
کنجی کوئی توصیف نما ہے کہ نہیں ہے

خورشید ذرا دیکھ بلندی سے وہ گنبد
اور سوچ کہ دنیا میں ضیا ہے کہ نہیں ہے

تسلیم کہ سر کا انہیں سجدہ نہیں جائز
یہ دل کا جو سجدہ ہے روا ہے کہ نہیں ہے

سرکار کی صورت پہ ذرا بات ہو ملحد
پھر بات کھلے کوئی خدا ہے کہ نہیں ہے

ہوتی ہے سدا نعت پہ جو نعت معظم
یہ اذنِ مدینہ کا پتہ ہے کہ نہیں ہے

عقیدۂ ختم نبوت

از:مولانادانیال رضاپیروانی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا(۴۰)﴾

ترجمۂ کنزالعرفان: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں۔(الاحزاب 40:33)

تفسیر خازن میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ہے کہ: محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آخری نبی ہیں کہ اب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نبوت آپ پر ختم ہوگئی ہے۔ آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی، حتیٰ کہ جب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پاچکے ہیں، مگر نزول کے بعد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔(خازن،الاحزاب، تحت الآیۃ:40، 3/503)

حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ "خزائن العرفان" میں آیت کے اس حصے "وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یعنی محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آخری نبی ہیں کہ اب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نبوت آپ پر ختم ہوگئی ہے اور آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی حتی کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پاچکے ہیں مگر نزول کے بعد شریعت محمدیہ پر عامل (یعنی عمل کرنے والے) ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم کریں گے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی کے قبلے یعنی کعبے شریف کی طرف نماز پڑھیں گے،(یادرہے!) حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا آخری نبی ہونا قطعی (یعنی یقینی) ہے۔(اور یہ قطعیت (یعنی یقینی ہونا) قرآن وحدیث سے ثابت ہے)

قرآن مجید کی صریح (یعنی صاف) آیت بھی موجود ہے اور احادیث تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں، ان سب سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سب سے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں۔ جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے وہ ختمِ نبوت کا منکر، کافر اور اسلام سے خارج ہے۔

(خزائن العرفان، ص763 ملتقطاً وملخصاً)

عقیدۂ ختمِ نبوت:

مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق ختمِ نبوت سے مراد یہ ہے کہ جو سلسلہ نبوت اللہ پاک نے حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے شروع کیا اس کی انتہا محمد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات اقدس پر فرمائی یعنی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نبوت ختم ہو گئی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آخری نبی اور آخری رسول ہیں آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو گا۔ اس عقیدے کو شریعت کی اصطلاح میں "عقیدۂ ختمِ نبوت" کہا جاتا ہے۔ (میزان الادیان، ص54)

المعتقد المنتقد میں ہے: وَمِنْهَا: أَنْ يُؤْمِنَ بِأَنَّ اللهَ خَتَمَ بِهِ النَّبِيِّينَ، وَخَتَمَ اللهُ حُكْمَهُ بِمَا لَا يُخْلَفُ مِنْهُ وَهٰذِهِ الْمَسْأَلَةُ لَا يُنْكِرُهَا إِلَّا مَنْ لَا يَعْتَقِدُ نُبُوَّتَهُ؛ لِأَنَّهُ إِنْ كَانَ مُصَدِّقًا بِنُبُوَّتِهِ اعْتَقَدَهُ صَادِقًا فِي كُلِّ مَا أَخْبَرَ بِهِ، إِذِ الْحُجَجُ الَّتِي ثَبَتَ بِهَا بِطَرِيقِ التَّوَاتُرِ نُبُوَّتُهُ، ثَبَتَ بِهَا أَيْضًا أَنَّهُ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ فِي زَمَانِهِ، وَبَعْدَهُ إِلَى الْقِيَامَةِ لَا يَكُونُ نَبِيٌّ. فَمَنْ شَكَّ فِيهِ يَكُونُ شَاكًّا فِيهَا أَيْضًا۔

ترجمہ: یہ ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نبیوں کا سلسلہ ختم فرما دیا (یعنی اب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا)، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حکم کو اس طرح مکمل فرمایا کہ وہ اب ناقابلِ تبدیل ہے۔ اس مسئلے کا وہی شخص انکار کرے گا جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوت کو نہیں مانتا، کیونکہ اگر کوئی شخص آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوت کا قائل ہو تو وہ آپ کو ہر خبر میں سچا مانے گا۔ اُن دلائل میں بھی جو تواتر کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوت کو ثابت کرتے ہیں، وہی دلائل یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم زمانۂ نبوت کے آخری نبی ہیں اور قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ لہٰذا جو شخص اس میں شک کرے، وہ نبوت کے مسئلے میں بھی شک کرنے والا ہے۔

(المعتقد المنتقد، تکمیل الباب، ص119-120)

عقیدہ ختمِ نبوت کے منکر کا حکم:

المعتقد المنتقد میں ہے: وَأَيْضًا مَنْ يَقُولُ: إِنَّهُ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدَهُ، أَوْ يَكُونُ، أَوْ مَوْجُودٌ، وَكَذَا مَنْ قَالَ: يُمْكِنُ أَنْ

یَکُونَ، فَھُوَ کَافِرٌ ترجمہ: اور جو شخص یہ کہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوا ہے، یا ہو گا، یا فی الحال موجود ہے، یا یہ کہ ایسا ممکن ہے، تو ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر ہے۔ (المعتقد المنتقد، تکمیل الباب، ص119۔120)

صاحب بہار شریعت رحمۃ اللہ علیہ ختمِ نبوت کے منکر کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جو حضور ﷺ کے زمانہ میں یا حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبوّت ملنا مانے یا جائز جانے، کافر ہے۔ (بہار شریعت، ج1، ص65)

امام اہل سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے ختمِ نبوت سے متعلق فتوی دیتے ہوئے فرمایا: حضور پر نور خاتم النبیین، سید المرسلین ﷺ کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء و مرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنی شک وشبہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج14، ص333)

عقیدۂ ختمِ نبوت احادیث کی روشنی میں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جس نے بہت حسین و جمیل ایک گھر بنایا، مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس گھر کے گرد گھومنے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے کہ اس نے یہ اینٹ کیوں نہ رکھی آپ نے فرمایا میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔" (صحیح البخاری رقم الحدیث:3535۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث:2286)

شرحِ حدیث:

مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیثِ پاک کی شرح میں لکھتے ہیں: سبحٰن اللہ! کیسی پیاری مثال ہے۔ "نبوت" گویا نورانی محل ہے، حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام گویا اِس کی نورانی اینٹیں، حضور ﷺ گویا اِس محل کی آخری اینٹ ہیں جس پر اِس عمارت کی تکمیل ہوئی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں، آپ کے زمانے میں یا آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ جیسے اِس آخری اینٹ سے وہ محل مکمل ہو جائے گا اور اس کے بعد اُس میں کسی اینٹ کی جگہ نہ رہے گی، یوں ہی مجھ سے نُبوَّت کا محل مکمل ہو گیا، اب کسی نبی کی گنجائش نہ رہی۔

خیال رہے کہ عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام قریبِ قیامت زمین پر تشریف لائیں گے مگر وہ پہلے کے نبی ہیں، بعد کے نبی نہیں۔ یہ اینٹ پہلے کی لگی ہوئی ہے، نیز وہ اب نُبوَّت کی شان سے (یعنی اپنی نبوت کے اَحکام جاری کرنے کے لئے)

نہ آئیں گے بلکہ حضور ﷺ کے اُمّتی ہو کر۔ خیال رہے کہ آخری بیٹا وہ ہے جس کے بعد کوئی بیٹا پیدا نہ ہو، یہ ضروری نہیں کہ پچھلے سارے بیٹے مر چکے ہوں۔ حضور ﷺ کے "آخری نبی" ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے زمانے میں اور آپ کے زمانے کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا۔ اگر پہلے کے کوئی نبی (ظاہری طور پر بھی) زندہ ہوں تو اِس میں مُضایَقہ نہیں۔ چار نبی اب تک (ظاہری طور پر بھی) زندہ ہیں: دو زمین پر حضرتِ خضر اور حضرت الیاس عَلَیْھِمَا السَّلَام اور دو آسمان پر حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ عَلَیْھِمَا السَّلَام۔ اِن کی زندگی حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف نہیں۔ حضور ﷺ اَوَّل مخلوق ہیں اور آخری نبی ہیں۔ (مرأۃ المناجیح، ج8، ص7)

خاتم النبیین کے معنیٰ:

شارِحِ بخاری مفتی شریف الحق اَمجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خاتم النبیین کے معنیٰ خود حضور اقدس ﷺ نے "آخری نبی" بتایا ہے اور یہ معنیٰ صحابۂ کرام نے بتایا اور اسی پر اُمّت کا قطعی یقینی اجماع ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی عوام کا خیال ہے اور اس میں کوئی فضیلت نہیں اور یہ مقامِ مدح میں ذکر کرنے کے قابل نہیں، وہ بلا شبہ کافر ہے۔ (نزہۃ القاری، ج4، ص510)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔"

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: 4416)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بنی اسرائیل کا ملکی انتظام ان کے انبیاء کرتے تھے، جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کا قائم مقام دوسرا نبی ہو جاتا، اور بیشک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا، اور میرے بعد بہ کثرت خلفاء ہوں گے۔" (صحیح بخاری، رقم الحدیث: 3455)

شرح حدیث: یعنی نہ تو میرے زمانے میں کوئی نبی ہے جو میری موجودگی میں میرا خلیفہ ہو جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں کچھ روز کے لیے عارضی خلیفہ ہوئے جب موسیٰ علیہ السلام توریت لینے طور پر تشریف لے گئے۔ اور نہ میرے بعد کوئی نبی ہے جو میرا مستقل خلیفہ ہو، لہذا میرے خلفاء میرے دین کے سلاطین ہیں اور باطنی خلفاء حضرات اولیاء و علماء۔ (مرأۃ المناجیح، ج5، ص346)

عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت:

عقیدۂ ختم نبوت اُمت اسلامیہ کا ایک ایسا اجتماعی عقیدۂ ہے جس پر آج تک مسلمانوں میں کبھی بھی اختلاف نہیں ہوا۔ بلکہ اختلاف کرنے والے پودوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا گیا کیونکہ بعد از توحید یہی تو عقیدہ ہے جس پر پوری ملتِ اسلامیہ کی عمارت قائم ہے۔ اگر یہ عقیدہ متزلزل ہو جائے تو باقی تمام عقائد اور اصول ہائے دین کی اصلیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ عقیدہ توحید کی صحت و حقانیت کا دار و مدار بھی عقیدہ ختم نبوت پر ہی ہے۔ اہل اسلام جو عقیدۂ توحید کے بارے میں ایک خاص اور خالص نظریہ رکھتے ہیں۔

وہ حضور نبی اکرم شفیع اعظم نور مجسم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہی متعین کردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لاریب کتاب قرآن مجید کی عظمتیں آپ ﷺ ہی کی صداقت و امانت سے ثابت ہیں۔ اسی طرح تمام عقائدِ اسلام اور اصول ہائے دین کی وہ تشریح، توجیہ منظور، مقبول اور مشروع ہے جو سید الانبیاء ﷺ نے فرمائی اس کے علاوہ کفر و جہالت ہے۔ چناں چہ کسی نئے نبی کے بارے میں تصور کرنا گویا اسلام کی عظیم الشان عمارت کو گرانے کا منصوبہ بنانا ہے جس کی چودہ سو سال میں کبھی اجازت نہیں دی گئی۔

اس عقیدے کی اہمیت کا اندازہ یوں بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کی 100 آیات کریمہ اور نبی کریم ﷺ کی 200 سے زائد احادیث مبارکہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔ حضور ﷺ کی امت کا سب سے پہلا اجماع اسی مسئلے پر منعقد ہوا تھا۔ آپ ﷺ کی ظاہری حیات کے زمانہ میں اسلام کے تحفظ اور دفاع کے لئے جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں ان میں شہید ہونے والے صحابہ کرام کی کل تعداد 259 ہے اور عقیدۂ ختم نبوت کے دفاع کے لئے اسلام کی تاریخ میں پہلی جنگ جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے میدان میں لڑی گئی اس ایک جنگ میں شہید ہونے والے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کی تعداد 1200 تھی جن میں سے 700 قرآن کے حافظ و قاری تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس عقیدے پر جانثاری سے اس کی عظمت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تادمِ حیات اس عقیدے پر قائم رکھے اور اس کے تقاضوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری نسلوں کو بھی اس عقیدے پر ثابت قدم رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

جہاد کی اہمیت و فضیلت

از: مفتی بلال احمد شاہ ہاشمی

سرکار دوعالم ﷺ کے تصدق سے ہمیں کامل و اکمل دین ملا ہے جسے اسلام کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسلام حیات انسانی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے بلکہ تمام مخلوقات کے حقوق و مقاصد سے باخبر کرتا ہے۔ اس کے کچھ اہم رکن ہیں ان اراکین میں سے ایک اہم رکن جہاد ہے۔

جہاد کا لغوی معنی ہے محنت و مشقت، یعنی دین اسلام کی سربلندی کے لئے کی جانے والی تمام کوششیں جانی، مالی، قولی و فعلی جہاد میں شامل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایمان لانے کے بعد جہاد فی سبیل اللہ بلند ترین درجات کے حصول کا اور رنج و غم اور مصائب و مشکلات سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے رسول کریم سے پوچھا کہ کونسا عمل سب سے اچھا اور افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالی پر ایمان لانا اور اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ۔ ان الفاظ پر بھی غور کرنے سے جہاد کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے خواہش ظاہر کی تھی کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں یہ کلمات صرف امت کو جہاد کی ترغیب کے لئے نہیں کہے تھے بلکہ آپ ﷺ اپنے دل کی گہرائیوں سے چاہتے تھے۔

جہاد کی اہمیت، فضیلت اور تفصیل قرآن و سنت میں مذکور ہے۔ سرور عالم ﷺ کی حدیث طیبہ ہے:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ، قَالَ: لَا أَجِدُهُ، قَالَ: هَلْ تَسْتَطِيعُ إِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُومَ، وَلَا تَفْتُرَ، وَتَصُومَ، وَلَا تُفْطِرَ، قَالَ: وَمَنْ يَسْتَطِيعُ ذَلِكَ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: إِنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِ لَيَسْتَنُّ فِي طِوَلِهِ، فَيُكْتَبُ لَهُ حَسَنَاتٍ

ترجمہ: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجیے جو جہاد کے برابر ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ایسا کوئی عمل میں نہیں پاتا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اتنا کرسکتے ہو

کہ جب مجاہد نکلے تو تم مسجد میں آکر نماز پڑھنی شروع کر دو اور کوئی سستی اور کاہلی تمہیں محسوس نہ ہو، اسی طرح روزے رکھنے لگو اور افطار نہ کرو۔ ان صاحب نے عرض کی بھلا ایسا کون کر سکتا ہے ؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجاہد کا گھوڑا جب رسی میں بندھا ہوا زمین پر پاؤں مارتا ہے تو اس پر بھی اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(بخاری، کتاب الجہاد، الحدیث: 2785)

مشکل الفاظ کے معانی

☆ دُلَّنِی: دل یدل سے امر کا صیغہ ہے۔ معنی بنتا ہے میری رہنمائی کیجیے۔

☆ یَعْدِلُ: کا معنی ہے برابری، مثل وغیرہ۔

☆ وَلَا تَفْتُرُ: فتر یفتر سے ہے، جس کا معنی ہے سستی و کاہلی اور کمزوری۔

یہ حدیث شریف اس بات پر واضح دلالت کر رہی ہے کہ جہاد تمام فرائض میں سے اہم ترین فریضہ ہے۔ احادیث میں مختلف اعمال کو جہاد پر مقدم کیا گیا اور کہیں کسی عمل کو جہاد کا متبادل قرار دیا گیا، مگر یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ جہاد میں جو برکات، روحانیت، فضیلت و عظمت اور شرف و وقار ہے وہ کسی اور عمل میں نہیں۔

جہاد میں بدنی و مالی ہر دو اعتبار سے قربانی پیش کرنی ہوتی ہے، لہٰذا شروع اسلام سے ہی یہ رسم چلی آرہی کہ جان دینا ان لوگوں پر گراں گزرتا ہے جن کے دلوں میں نفاق ہو۔ خواہ وہ بدر ہو یا کربلا، بیسیوں مثالیں ملیں گی کہ عین جنگ کے موقع پر منافقین جماعتِ مجاہدین سے الگ ہو گئے۔

جہاد وہی شخص کر سکتا ہے جس کا دل نورِ توحید اور عشقِ رسالت کا پیکر ہو۔ اس کے سوا جہاد کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں۔ جہاد کے متعدد فضائل قرآن و سنت میں وارد ہیں، ذیل میں چند فضائل قلمبند کیے جا رہے ہیں:

جہاد کی فضیلت قرآن کی روشنی میں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ(۱۰) تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۱۱)﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو کیا میں بتادوں وہ سوداگری جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے ایمان رکھو

اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

(سورۃ الصف،الآیۃ:10،11)

اس آیت میں ایمان کے بعد فوراً جہاد کو ذکر کیا، جس سے اس کی افادیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اس آیت میں اللہ کی ذات اقدس پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنے کو تجارت کہا گیا اس لیے کہ جس طرح تجارت سے نفع کی امید ہوتی ہے اسی طرح ان اعمال سے بھی نفع یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا، جنت اور نجات حاصل ہوتی ہے۔

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں جو ذیل میں ذکر کی جا رہی ہیں:

1۔ راہ خدا میں جہاد کرنا ایسی بابرکت تجارت ہے جو عذاب الٰہی سے نجات دیتی ہے۔

2۔ ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کے بعد اگرچہ نماز کا درجہ ہے مگر یہاں جہاد کا ذکر ہے، اس لیے کہ جہاد کی ضرورت زیادہ تھی۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (۱۱۱)﴾

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں اس کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون تو خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

(التوبۃ:111)

مروی ہے کہ جب یہ آیت: "اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ" نازل ہوئی، تب ایک انصاری رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کیا یہ آیت نازل ہوئی؟ فرمایا: ہاں تو انصار نے کہا: منافع بخش تجارت ہے نہ یہ فسخ کریں گے اور نہ فسخ کرنے کا مطالبہ کریں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی روایت منقول ہے کہ: سارے مسلمان اس بیع میں داخل ہیں اور یہ ان میں سے ہے کہ جب محتاج ہو تو نفع دے اور مدد کرے اور ان میں سے ایسا آدمی کہ جس کو اس کی ضرورت پڑے تو وہ مدد کو نہ پہنچے تو وہ اس بیعت سے نکل چکا ہے۔

اس آیت میں راہِ خدا میں جان ومال خرچ کر کے جنت پانے والے ایمان داروں کی ایک مثال بیان کی گئی ہے جس سے کمال لطف وکرم کا اظہار ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے جنت کو اُن کی جان ومال کا عوض قرار دیا اور اپنے آپ کو خریدار فرمایا یہ کمال عزت افزائی ہے کہ وہ ہمارا خریدار بنے اور ہم سے خریدے۔ کس چیز کو؟ وہ جو نہ ہماری بنائی ہوئی ہے اور نہ ہماری پیدا کی ہوئی۔ جان ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی اور مال ہے تو اس کا عطا فرمایا ہوا۔

(مدارک، التوبۃ، تحت الآیۃ: 111، ص456، ملخصاً)

جہاد کی فضیلت احادیث کی روشنی میں

1۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "سب سے بہتر اس کی زندگی ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے ہے، جب کوئی خوفناک آواز سنتا ہے یا خوف میں اسے کوئی بلاتا ہے تو اُڑ کر (یعنی بہت جلد) پہنچ جاتا ہے۔ قتل وموت کو اس کی جگہوں میں تلاش کرتا ہے (یعنی مرنے کی جگہ سے ڈرتا نہیں ہے) یا اس کی زندگی بہتر ہے جو چند بکریاں لے کر پہاڑ کی چوٹی پر یا کسی وادی میں رہتا ہے، وہاں نماز پڑھتا ہے اور زکوٰۃ دیتا ہے اور مرتے دم تک اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتا ہے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجہاد والرباط، ص1048 الحدیث: 125(1889))

اس حدیث شریف میں اس شخص کو بہترین قرار دیا گیا ہے جو ہمہ اوقات جہاد فی سبیل اللہ کے لیے تیار رہتا ہے۔

2۔ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان دیا تو اس نے جہاد کیا- اور جو کسی غازی کے گھر بار میں بھلائی کے ساتھ اس کا نائب بن کر رہا اس نے جہاد کیا۔ (بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب فضل من جہّز غازیاً۔۔۔ الخ، الحدیث: 2843)

اس حدیث پاک میں مجاہد کی کسی بھی طرح سے مدد کرنے والے کو بھی مجاہد قرار دیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ جہاد ایسا عمل ہے کہ کسی بھی طرح اس میں شرکت کرنا باعث اجر وثواب ہے۔، حتی کہ نیت خالص ہو، مگر عین موقع پر

شرعی عذر لاحق ہو جائے جس کی بنیاد پر میدان جنگ جانا ممکن نہ ہو تو بھی حسن نیت کا ثواب پائے گا۔

3۔ "عَنْ أَنَسِ بْنِ مالك رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ رَوحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں گزرنے والی ایک صبح یا ایک شام دنیا سے اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ۔۔الخ)

اس حدیث میں مجاہد کی ایک گھڑی کو دنیا ومافیھا سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ کیوں کہ دیگر عبادات سے بھی مقصود رب تعالی کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور جہاد سے بھی۔ مگر جو شخص جہاد میں مصروف ہوتا ہے وہ بہت جلد قرب الہی پالیتا ہے، اس لیے اسے بہتر کہا گیا۔

4۔عن عَبدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ

عبد الرحمن بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس بندے کے بھی قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو گئے، انہیں (جہنم کی) آگ چھوئے (یہ ناممکن ہے)۔

(بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب من اغبرت قدماء فی سبیل اللہ)

یعنی جو شخص راہ خدا میں جہاد کے لیے نکلا اس پر جہنم کی آگ حرام ہے، یہاں پاؤں غبار آلود ہونے کو بیان کیا گیا ہے جو جہاد کو مستلزم ہے، مراد جہاد ہی ہے۔

اللہ پاک ہمیں جذبہ جہاد عطا فرمائے اور اسکی برکات سے نوازے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ
ترجمۂ کنز العرفان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔
(پ21، العنکبوت:69)

سیرتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی روشنی میں عہدِ حاضر کا فکری و معاشرتی سفر

از: مولانا دانیال سہیل عطاری مدنی

مقدمۂ سیرت (تعارفی تمہید):

سرورِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرتِ طیبہ انسانی زندگی کا وہ آفتابِ ہدایت ہے جو ہر دور کے تاریک افق پر اپنی ضیاء پاشیوں سے راہ دکھاتا ہے۔ نبی مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حیاتِ مقدسہ نہ صرف عرب کے جاہل و غیر متمدن معاشرے کو علم، حکمت، عدل اور اخلاق کا گہوارہ بنا گئی بلکہ آج کی پیچیدہ، متضاد، اور بحران زدہ دنیا کے لیے بھی ایک مکمل، جامع اور فطری نظامِ حیات عطا کرتی ہے۔ سیرتِ رسولِ عربی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تاریخِ انسانی کا وہ روشن ترین باب ہے جس میں رہتی دنیا تک آنے والے ہر انسان کے لیے ہدایت، اصلاح اور نجات کا سامان موجود ہے۔ یہ سیرت وہ آئینہ ہے جس میں ہر دور کا انسان اپنی فکری، روحانی، اخلاقی اور معاشرتی الجھنوں کا عکس دیکھ کر راہِ نجات پا سکتا ہے۔

عصرِ حاضر میں جب تہذیبی جنگیں، معاشی عدمِ توازن، سیاسی انتشار، اخلاقی انحطاط اور ثقافتی یلغار امتِ مسلمہ کو چاروں طرف سے گھیر چکی ہیں، تو ایسے نازک وقت میں سیرتِ طیبہ سے رجوع محض ایک دینی تقاضا نہیں بلکہ وقت کی سب سے بڑی علمی، فکری اور عملی ضرورت ہے۔ اب ضروری ہے کہ ہم سیرتِ نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو محض تاریخی بیانات یا صرف عبادات تک محدود نہ رکھیں بلکہ اس کے ہمہ گیر اور آفاقی پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے معیشت، سیاست، معاشرت، قیادت، قانون سازی، تعلیم، نوجوانوں کی تربیت، اخلاقی اصلاح، اور بین الاقوامی تعلقات جیسے موضوعات پر سیرتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایک مؤثر اور مکمل رہنمائی کے طور پر پیش کریں۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور معیشت:

حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک ایسا اقتصادی نظام قائم فرمایا جو عدل، دیانت، انصاف اور مساوات پر مبنی تھا۔ سود کو حرام قرار دے کر معیشت سے ظلم کا خاتمہ فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ اور فرمایا: یہ سب (جرم) برابر کے شریک ہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب لعن آکل الربا، حدیث:1598)

تجارت میں دیانت کی ترغیب دی، فرمایا:

التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ

ترجمہ: سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء وصدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔

(سنن ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی التجارۃ، حدیث:1209)

زکوٰۃ، صدقہ اور کفالت کے نظام کے ذریعے کمزور طبقے کو سہارا دیا۔ حضور ﷺ نے حقوق العمال کی پاسداری کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ

ترجمہ: مزدور کو اسکی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الرھون، باب الأجرۃ، حدیث:2443)

آج کے استحصالی سرمایہ دارانہ نظام میں سیرتِ نبوی ﷺ ہی واحد حل ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور سیاسی حکمتِ عملی:

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی اور اس کے لیے میثاقِ مدینہ جیسا تاریخی معاہدہ کیا۔ صلح حدیبیہ، جس کو بظاہر پسپائی سمجھا گیا، حقیقت میں عظیم حکمت کی مثال بنی۔ قرآن نے بھی اس کو "فتح مبین" فرمایا۔ (الفتح:1)

فتح مکہ کے موقع پر عمومی معافی کا اعلان، سیاسی تدبر کی بلند ترین مثال ہے۔ یہی حکمت آج کے مسلمانوں کو درکار

ہے، جبکہ وہ ظلم واستبداد کے شکار ہیں۔ حضور ﷺ کا ہر فیصلہ بصیرت اور حکمت سے لبریز تھا، جس کا مقصد امت کو عزت، وقار اور امن دینا تھا۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور نوجوانوں کی رہنمائی:

نوجوان امت کا سرمایہ ہیں، اور حضور ﷺ نے اس طبقے کی خاص تربیت فرمائی۔ حضرت علی، حضرت زید، حضرت ابن عباس، حضرت اسامہ، اور حضرت معاذ علیہم الرضوان کو کم عمری میں عظیم ذمہ داریاں عطا فرمائیں۔ نوجوانوں کو عبادت، غیرت، علم اور قیادت کا درس دیا۔ ارشاد فرمایا:

احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ، تَعَرَّفْ إِلَيْهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ

ترجمہ: "تو اللہ (کے احکام) کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کرے گا۔ تو اللہ (کے حقوق) کی حفاظت کر تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ تو اسے خوشحالی میں پہچان وہ تجھے (تیری) تنگی میں پہچانے گا۔"

(جامع ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب فی حفظ اللہ، حدیث: 2516)

آج جب نوجوان مغربی تہذیب کے فکری حملوں کا شکار ہیں، تو سیرتِ طیبہ ہی ان کو کردار، علم، عبادت اور غیرت کا راستہ دکھا سکتی ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور معاشرتی اصلاح:

حضور ﷺ نے معاشرت کو پاکیزہ بنانے کے لیے اصلاحِ اخلاق، خاندانی نظام کی مضبوطی، حقوقِ نسواں، بچوں کی تربیت، اور ہمسایوں کے حقوق کا عظیم نظام دیا۔ فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي

ترجمہ: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل (گھر والوں) کے لیے بہتر ہو، اور میں اپنے اہل کے لیے تم سب سے بہتر ہوں۔ (سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل النبی، حدیث: 3895)

والدین، عورت، یتیم، مسکین اور ہمسایہ سب کو عزت دی گئی۔ فرمایا: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ ترجمہ: جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔

(صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ...، حدیث: 6018)

یہ تعلیمات آج کے معاشرے میں امن، بھائی چارہ اور خیر کے قیام کا نسخہ ہیں۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور تعلیم:

تعلیم کو اولین بنیاد قرار دیا، پہلی وحی کا آغاز ہی "اقْرَأْ" سے ہوا (العلق:1)۔ قیدیوں کی رہائی کے لیے شرط رکھی گئی کہ وہ بچوں کو تعلیم دیں (سیرۃ ابن ہشام، واقعہ بدر)۔ حضور ﷺ نے مسجد کو تعلیمی مرکز بنایا، اور صفہ کے طلبہ کو خصوصی توجہ دی۔ فرمایا:

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ

ترجمہ: "جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے کوئی راستہ اختیار کرتا ہے، اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔" (صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب فضل الاجتماع...، حدیث:2699)

عصرِ حاضر میں جب تعلیم محض دنیاوی مقصد بن چکی ہے، سیرتِ طیبہ ہمیں علم کو مقصدِ حیات بنانے کا پیغام دیتی ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور قیادت:

حضور ﷺ نے ایک ایسے لیڈر کی مثال پیش کی جو عدل، انکساری، مشاورت، فیصلہ سازی اور قربانی میں کامل تھا۔ اُحد کے دن زخمی حالت میں بھی صف بندی فرمائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

ترجمہ: "تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے، اور ہر ایک سے اس کی رعایا (یعنی ماتحت) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔" (صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القری، حدیث:893)۔

یہ قیادت آج کی دنیا کو درکار ہے، جہاں عیش پرست اور مصلحت پسند رہنما ناکام ہو چکے ہیں۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور بین الاقوامی تعلقات:

نبی کریم ﷺ نے صرف مقامی سطح پر نہیں بلکہ عالمی سطح پر بھی امن، دعوت، اور سفارتی تعلقات کا آغاز کیا۔ قیصرِ روم، نجاشی، اور دیگر حکمرانوں کو خطوط ارسال کیے۔ دعوت، امن، مساوات اور حقوقِ انسان کی عالمی

پالیسی مرتب فرمائی۔ یہی طرزِ عمل عصرِ حاضر کی خارجی پالیسیوں کے لیے نمونہ ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور عدل و انصاف:

رسول اللہ ﷺ نے عدل و انصاف کی جو بنیادیں رکھیں، وہ دنیا کے کسی بھی آئین سے بلند و بالا ہیں۔ قریش کی محبوب خاتون فاطمہ بنت اسود پر چوری کا الزام آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ، لَقَطَعْتُ يَدَهَا

ترجمہ: "اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔"

(صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود علی الشریف والوضیع، حدیث: 3475)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک قانون سب کے لیے برابر تھا۔

مزید برآں، معاہدات میں غیر مسلموں کے ساتھ بھی عدل کی بنیاد پر معاملہ کیا۔ میثاقِ مدینہ میں یہودی قبائل کو مساوی شہری حقوق دیے گئے، جو آج کے انسانی حقوق کے دعویداروں کے لیے بھی ایک چیلنج ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک مقدمہ ایک یہودی کے خلاف آپ ﷺ کی عدالت میں آیا، تو گواہی کی بنیاد پر فیصلہ یہودی کے حق میں دیا گیا۔ (کنز العمال، حدیث: 14244)

سیرت کا یہ باب بتاتا ہے کہ انصاف صرف ظاہری فیصلے نہیں بلکہ دلوں کی اصلاح کا ذریعہ بنتے ہیں۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور خواتین کا مقام:

نبی کریم ﷺ نے عورت کو وہ مقام عطا فرمایا جو اس سے پہلے کسی شریعت میں نہ دیا گیا تھا۔

عورت کو ماں کے روپ میں سب سے زیادہ احترام دیا: الْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْأُمَّهَاتِ ترجمہ: "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔" (مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عباس، حدیث: 2925)

بیوی، بہن، بیٹی اور ماں، ہر رشتے کو نبی کریم ﷺ نے شفقت، مساوات اور عزت کا درس دیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا ترجمہ: "عورتوں کے ساتھ بھلا سلوک کرنے کی وصیت قبول کرو۔"

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، حدیث: 2137، حدیث 3009)

سیرتِ طیبہ ﷺ بتاتی ہے کہ عورت اصل میں عزت و عظمت کا پیکر ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور قانون سازی:

نبی اکرم ﷺ نے انسانیت کو قانون کا وہ جامع اور ابدی نظام عطا فرمایا جس میں ہر فرد اور طبقے کا حق محفوظ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ ترجمہ: "نہ نقصان پہنچاؤ، نہ نقصان اٹھاؤ۔"

(سنن ابن ماجہ، کتاب الأحکام، باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ، حدیث: 2340، 2341)

اس ایک اصول نے پورے فقہی بابِ ضرر کو جنم دیا۔

نماز، روزہ، نکاح، طلاق، تجارت، حدود، دیات، جنگ، صلح، معاہدات—ہر شعبے میں آپ ﷺ کی سیرت ایک مکمل آئین فراہم کرتی ہے۔

جب قبیلہ بنی مخزوم کی عورت پر حد جاری کرنے کا مرحلہ آیا اور اسامہ بن زید نے سفارش کی تو آپ ﷺ کا انکار بتاتا ہے کہ نبی ﷺ کے نزدیک قانون شخصیت سے بالاتر ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الحدود، حدیث: 1688، حدیث 4386)

سیرتِ نبوی ﷺ اور اخلاقی انقلاب:

جاہلیت کے اندھیروں میں نبی اکرم ﷺ نے وہ اخلاقی روشنی پھیلائی جس نے قاتلوں کو محافظ، ظالموں کو عادل، اور فحاشوں کو زاہد بنا دیا۔ فرمایا: إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ ترجمہ: "میں اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔" (موطا امام مالک، کتاب حسن الخلق، حدیث: 1614)

جھوٹ، غیبت، حسد، چغلی، ظلم، ان سب کی جڑ کاٹی گئی۔

عن أنس قال: خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ قَطُّ، وَلَا قَالَ لِشَيْءٍ فَعَلْتُهُ: لِمَ فَعَلْتَهُ وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ أَفْعَلْهُ: أَلَا فَعَلْتَهُ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی، آپ نے کبھی مجھے اُف تک نہ کہا، نہ کبھی کسی کام پر فرمایا: یہ کیوں کیا؟ اور نہ کسی کام پر جو میں نے نہیں کیا فرمایا: یہ تم نے کیوں نہ کیا؟" (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ما کان النبی ﷺ من خلق حسن، حدیث: 2310، حدیث: 4296)

غصہ پی جانا، معاف کرنا، سچ بولنا، عاجزی اختیار کرنا، یہ وہ صفات تھیں جو آپ ﷺ کے تربیتی نظام کا حصہ تھیں۔ آج کے دور میں اگر ہم بد عنوانی، کرپشن، ظلم، جھوٹ اور وعدہ خلافی کا خاتمہ چاہتے ہیں تو سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا

اخلاقی ماڈل اپنانا لازم ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور ثقافت و تمدن:

نبی کریم ﷺ نے تہذیب و ثقافت کو صرف لباس، زبان اور رنگ تک محدود نہیں رکھا بلکہ سیرت، افکار، اخلاق اور عدل پر مبنی تمدن قائم فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

ترجمہ: "وہ ہم میں سے نہیں جو رخسار پیٹے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کے نعرے لگائے۔"

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب النیاحۃ، حدیث:1294،1296)

جاہلی رسوم، طبقاتی نظام، قبائلی تفاخر، غیر اسلامی تہوار، سب کا خاتمہ کیا اور سادہ، باوقار، مہذب اسلامی تمدن کی بنیاد رکھی۔

مدینہ کی ریاست میں رہنے والا ہر فرد ایک باوقار اسلامی شناخت کا حامل تھا، جس میں حب الوطنی، امن، صفائی، مہمان نوازی، علمی مذاکرہ، عبادت اور فنون کا ایک حسین امتزاج تھا۔

آج امت اگر اپنی ثقافت کو بچانا چاہتی ہے تو سیرتِ رسول ﷺ کی بنیاد پر اپنے تمدن کی تشکیل کرے۔

اختتامیہ:

سیرتِ طیبہ ﷺ کے ان مبارک پہلوؤں پر غور کرنے سے ہمیں یہ عظیم درس ملتا ہے کہ دینِ اسلام صرف عبادات تک محدود نہیں، بلکہ ایک مکمل نظامِ حیات ہے جو معیشت، سیاست، معاشرت، قانون، اخلاق، عدل، خواتین کے حقوق، نوجوانوں کی رہنمائی اور بین الاقوامی تعلقات جیسے اہم شعبوں میں جامع رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ہر میدان میں ایسی کامل و جامع تعلیمات عطا فرمائیں جو نہ صرف اپنے دور میں مثالی تھیں بلکہ رہتی دنیا تک بنی نوع انسان کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ اگر امت مسلمہ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کو ان جامع جہات سے اپنا معیارِ عمل بنالے تو ہر میدان میں ترقی، عدل، امن اور فلاح ممکن ہے۔

پس، سیرتِ طیبہ ﷺ کا مطالعہ محض جذباتی وابستگی نہیں بلکہ شعوری پیروی کا تقاضا کرتا ہے تاکہ ہم اپنے انفرادی و اجتماعی مسائل کا حل نبی رحمت ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں تلاش کرکے دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔

سیرت النبی ﷺ اور ہماری ذمہ داری
(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

از: مولانا ابو معاویہ غلام مصطفیٰ رضا

تاریخِ انسانی میں اگر کوئی ہستی کامل ترین، روشن ترین، اور سراپا رحمت بن کر ظاہر ہوئی، تو وہ صرف اور صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ آپ ﷺ نہ صرف ایک نبی، بلکہ ایک شوہر، باپ، سردار، قانون ساز، حاکم، اور معلمِ انسانیت کے طور پر بھی جلوہ گر ہوئے۔ آپ کی سیرت ہر پہلو سے کامل اور جامع ہے، جو ہر دور، ہر قوم، اور ہر فرد کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ قرآنِ مجید نے آپ کے بارے میں فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

ترجمہ کنزالایمان: بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ (سورۃ الاحزاب، آیت 21)

تفسیر صراط الجنان: اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ سیّد المرسلین ﷺ کی سیرت میں پیروی کیلئے بہترین طریقہ موجود ہے جس کا حق یہ ہے کہ اس کی اقتدا اور پیروی کی جائے، یہی وجہ ہے کہ سیرتِ رسول ﷺ کا مطالعہ نہ صرف ہمارے ایمان کا حصہ ہے، بلکہ ہمارے کردار، سوچ، اور طرزِ عمل کی اصلاح کا ذریعہ بھی ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ہماری ذمہ داریاں:

1. اتباعِ رسول ﷺ:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ

تمہیں دوست رکھے گا۔ (سورۃ آلِ عمران، آیت 31)

یہ آیت ہمیں سیرتِ رسول پر عمل کرنے کی کھلی دعوت دے رہی ہے۔

2. اخلاقِ حسنہ اپنانا:

نبی کریم ﷺ کے اخلاق کی گواہی خود قرآن نے دی:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ (۴)﴾

ترجمہ و تفسیر صراط الجنان: اور بیشک تم یقینا عظیم اَخلاق پر ہو۔ (سورۃ القلم، آیت 4)

ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم جھوٹ، غیبت، حسد، اور بغض جیسی برائیوں سے بچ کر سچائی، امانت، وفاداری، حلم، اور انصاف جیسے اوصاف کو اپنائیں۔

3. نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً

نبی کریم ﷺ نے فرمایا "میرا پیغام لوگوں کو پہنچاؤ! اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

(صحیح بخاری، کتاب انبیاء علیہم السلام، الحدیث 3461،)

یعنی دین کی تبلیغ ہر صاحبِ ایمان کی ذمہ داری ہے، چاہے وہ جتنی بھی کم معلومات رکھتا ہو۔

4. محبت و تعظیمِ رسول ﷺ:

ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک نبی کریم ﷺ کی محبت ہر چیز پر غالب نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہو گا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان، الحدیث 15)

5۔ سیرت کا مطالعہ اور سکھانا:

ہمارا فرض ہے کہ ہم نہ صرف خود سیرتِ نبوی کا مطالعہ کریں بلکہ اپنی نسلوں کو بھی اس روشنی سے منور کریں، تاکہ وہ جدید دور کی گمراہیوں سے محفوظ رہ سکیں۔

6۔صبر و استقامت اختیار کرنا:

نبی کریم ﷺ نے دعوتِ حق کے راستے میں جو اذیتیں، ظلم اور طعن و تشنیع برداشت کیں، وہ تاریخ انسانیت کا روشن باب ہیں۔ مکہ کے تیرہ سال اور مدینہ کے دس سال صبر، حکمت، اور استقامت کا بے مثال نمونہ ہیں۔

ہماری ذمہ داری ہے کہ دین کے راستے کی آزمائشوں میں ہمت نہ ہاریں بلکہ صبر کو شعار بنائیں۔

7۔دین کو مکمل زندگی کا نظام سمجھنا:

سیرتِ طیبہ ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ اسلام صرف عبادات تک محدود نہیں، بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو معیشت، معاشرت، سیاست، تعلیم، تجارت اور ہر شعبے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے دین کو ہر پہلو میں نافذ کیا، اور یہی ہماری بھی ذمہ داری ہے کہ ہم دین کو صرف نماز روزہ میں نہ سمیٹیں، بلکہ اسے اپنی عملی زندگی میں نافذ کریں۔

خلاصہ کلام:

سیرتِ نبوی ﷺ صرف تاریخ کا حصہ نہیں، بلکہ ایک زندہ مثال ہے، جس پر عمل کر کے ہم دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

آج کا دور جس اخلاقی انحطاط، فکری انتشار، اور روحانی خلا سے گزر رہا ہے، اس کا واحد علاج نبی رحمت ﷺ کی سیرت میں پوشیدہ ہے۔ پس لازم ہے کہ ہم اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں کو سیرتِ طیبہ کے سانچے میں ڈھالیں، تاکہ ہم بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہو جائیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب ہو۔

محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق

از: مولانا احمد نواز قادری

اس دنیا میں رسول خدا، محمد مصطفیٰ ﷺ کی تشریف آوری کا سب سے بڑا مقصد بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہِ ہدایت پہ چلانا تھا اور مظالم کے ستائے ہوئے، مجبور، لاچار افراد کو ظلم کی چکی سے نجات دلانا تھا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے رسولِ کریم ﷺ نے باقاعدہ اصول و قوانین مرتب فرمائے جن کی پاسداری سب پہ لازم قرار دی گئی۔

آپ ﷺ نے ہر طبقہ کے لوگوں کے لیے مختلف حقوق مقرر کیے جن کا مقصد انسانی معاشرہ میں یہ تھا کہ ہر انسان دوسرے کی عزت و جزبات کا خیال رکھے اور ہر فرد اپنی حیثیت کو پہچانے جس کے مطابق وہ زندگی گزارے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے غلام، آزاد، مرد و عورت، چھوٹوں بڑوں، ہمسائیوں رشتے داروں، مسلمانوں ذمیوں غرض ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے انسانوں کے جدا جدا حقوق بیان فرمائے جنھوں نے حیاتِ انسانی میں انقلاب برپا کر دیا، لوگ ایک دوسرے کی حیثیت سمجھنے لگے اور اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنے لگے۔ ذیل میں ان حقوق میں سے کچھ بیان کیے جاتے ہیں:

غلاموں کے حقوق:

رسولِ خدا، محمد مصطفیٰ، بے کسوں کے ماویٰ و ملجیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل غلاموں کے ساتھ جو برتاؤ کیا جاتا تھا وہ کسی ذی عقل پہ مخفی نہیں، مؤرخین جنھیں اوراقِ تاریخ کی زینت بناتے ہوئے شرما جاتے ہیں اور ان کی نوکِ قلم کانپ اٹھتی ہے، پڑھنے سننے والوں کی روحیں بے کیف ہو جاتی ہیں، اوراقِ کتاب جنھیں اپنے صدرِ نازک پہ جگہ دینے سے قاصر ہیں۔ ایک جیتے جاگتے، فہم و فراست رکھنے والے انسان کو فقط غلامی کے جرم میں زندگی کی حقیقت سے محروم کر دیا جاتا، اس کے جزبات و خواہشات کو بلکل فراموش کیا جاتا اور جانور کی طرح اس کے ساتھ سلوک کیا جاتا۔ جانوروں کی طرح باقاعدہ انسانوں کی خرید و فروخت کے لیے منڈیاں لگتی تھیں جہاں کھلے عام ان کی بیع و شرا ہوتی۔

رحمتِ عالم ﷺ نے آکر ان سب ناانصافیوں کو ختم فرمایا اور غلاموں کے باقاعدہ حقوق مقرر کیے۔ احکام شرع میں بھی انہیں بعض مقامات پر تخفیف دی گئی، آقاؤں کو ان کے ساتھ سختی کرنے سے روکا۔ آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی، حضرت زید بن حارثہ اور ان کے بیٹے اسامہ بن زید کو اپنے گھر کا ایک فرد قرار دے کر خود اپنے عمل سے غلاموں کی قدر و اہمیت کو واضح کیا جن کی غلامی پر آج ہزاروں آزادیاں قربان ہونے کو تیار ہیں، لبوں پہ جن کا نام آتے ہی عشاق کے ظاہر و باطن کا گوشہ گوشہ خوشی سے جھوم اٹھتا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام نے انسانوں کے بنائے ہوئے شرافت و کرامت کے معیار کو ختم کر دیا اور عزت و حشمت کا مدار صرف تقویٰ قرار دیا۔ بالخصوص آپ ﷺ نے جو غلاموں کے حقوق بیان فرمائے ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

☆ جس طرح کا لباس اور کھانا آقا خود پہنے و کھائے اسی طرح کا غلاموں کو بھی پہنانے اور کھلانے کا حکم فرمایا۔

☆ زیادہ مشکل اور بھاری کام لینے سے منع فرمایا۔

☆ آقا کو غلام پر نرمی اور عفو و درگزر سے کام لینے کی تعلیم فرمائی حتیٰ کہ فرمایا: اگر وہ دن میں ستر بار بھی غلطی کرے تو اسے معاف کر دیا جائے۔

☆ غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم فرمایا اور ساتھ یہ بھی بتایا کہ: غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا خوش بختی ہے اور برا سلوک کرنا بد بختی ہے۔

☆ غلاموں کو بد دعا دینے سے منع کیا بلکہ آپ ﷺ سب کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے۔

☆ غلام اگر کھانا لائے تو اس میں سے کچھ اسے بھی دینے کی تعلیم فرمائی۔

المختصر اسلام ہی دین کامل ہے جس نے اس دنیا سے دورِ غلامی کو ختم فرمایا اور عزت کا معیار صرف تقویٰ کو قرار دے کر انہیں سب انسانوں کی صف میں برابر لا کر کھڑا کیا۔

حقوق نسواں (عورتوں کے حقوق):

غلاموں کی طرح دورِ جاہلیت میں عورتوں کے ساتھ بھی انتہائی بھیانک اور برا سلوک کیا جاتا تھا۔ بعض تو ان کے زندہ رہنے کو بھی جائز خیال نہیں کرتے تھے بلکہ پیدا ہوتے ہی نرم اور نازک سانسیں ہمیشہ کے لیے پھر سے ختم کر دی جاتیں یعنی زندہ در گور کر کے انہیں موت کی ابدی نیند سلا دیا جاتا۔ ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو منڈیوں کے

ہجوم میں تجارت کے لیے پیش کیا جاتا۔ غرض مختلف باطل ادیان سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے اپنے طریقوں سے عورت کو سخت نگاہوں کا مرکز بناتے اور طرح طرح کے مظالم ڈھاتے جنہیں مقدس رسم و رواج سے تعبیر کرتے۔

رسول ہاشمی، محبوب مکی مدنی ﷺ نے آکر ان سب برائیوں کا قلع قمع کیا اور عورت کو ایسی عزت سے نوازا کہ اس کے قدموں میں جنت کو رکھ دیا اور اس سنگ دل اور وحشت نما دور میں اپنی بیٹی کو اپنے جگر کا ٹکڑا کہہ کر بیٹیوں کے سروں کو ہمیشہ کے لیے فخر سے بلند فرما دیا۔ آپ ﷺ نے عورتوں کے باقاعدہ حقوق مقرر فرمائے جن میں کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

☆مرد کو حکم دیا کہ وہ گھر سے باہر جاکر اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے کما کے لائے اور عورت کو حکم فرمایا کہ وہ گھر کی چار دیواری میں رہ کر بچوں کی پرورش کرے، گھر کا خیال رکھے، اپنی عزت کی حفاظت کرے۔

☆آپ ﷺ نے عورتوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے لہذا اس سے یوں ہی کام لیا جائے بلکل سیدھا کرنے سے ٹوٹ جائے گی۔

☆عورت اگر ماں کی صورت میں ہو تو اولاد پر ان کی اطاعت و فرمانبرداری کو لازم قرار دیا۔

☆ بہنوں کو پہلے وراثت کا اصلاً حق دار نہیں سمجھا جاتا تھا، آپ ﷺ نے ان کے لیے باقاعدہ وراثت سے حصہ مقرر فرمایا۔

☆بیٹیوں کی اچھی پرورش کرنے کی ترغیب دلائی اور جنت کی صورت میں اس پہ انعام مقرر کیا۔

☆بوڑھی ماں کی خدمت کو لازم قرار دیا اور فرمایا اس کے قدموں تلے جنت ہے اور اسے یہ بھی حق دیا کہ وہ اپنی اولاد کے مال سے ضرورت کے مطابق لی سکتی ہے۔

☆بالغہ اور آزاد عورت کا نکاح کرنے میں اس کی اجازت کو ضروری قرار دیا گیا۔

☆طلاق یافتہ عورت کو عدت گزرنے کے بعد آگے نکاح کرنے کی پوری اجازت دی گئی۔

☆شوہر اگر ظالم اور برا ہو تو خلع کے زریعے اس سے نجات حاصل کرنے کو جائز قرار دیا۔

ہمسائیوں کے حقوق:

دیگر کئی حقوق العباد کے ساتھ آپ ﷺ نے ہمسائیوں یعنی قرب وجوار میں رہنے والے پڑوسیوں کے حقوق بھی بیان فرمائے۔ پہلے زمانہ میں لوگ اپنے خونی رشتے داروں کا لحاظ نہیں کرتے تھے بلکہ ذرا ذرا سی بات پہ مدتوں لڑائیاں جاری رہتیں مگر رسولِ رحمت ﷺ نے آکر ان کے حقوق تو کجا ساتھ میں رہنے والوں کے بھی حقوق بیان کیے اور پھر ہمسائیگی کو صرف ایک دو گھر تک نہیں بلکہ چالیس گھروں تک بیان کیا۔ ساتھ ہی فرمایا اپنے گوشت کی خوشبو سے ہمسائے کو تکلیف مت دو یا شوربا زیادہ کرلو اور انہیں بھی اس میں سے کچھ حصہ دے دو۔ بعد میں آنے والے علما و صلحا نے اس پہ خوب عمل کیا جن کے کردار سے متاثر ہو کر کئی مرتبہ غیر مسلم ہمسائے مسلمان ہو جاتے۔

حدیث کی روشنی میں پڑوسی کے حقوق درج ذیل ہیں:

☆ پڑوسیوں کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنا یعنی ان کے گھر نہ جھانکنا، چھت پہ چڑھ کے نہ دیکھنا وغیرہ۔

☆ کسی چیز کی اگر انہیں ضرورت ہو تو اسے پورا کرنا۔ جو خود سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے تو فرمان مصطفیٰ ﷺ کے مطابق ایسا شخص کامل مومن نہیں۔

☆ وقتاً فوقتاً انہیں ہدیہ پیش کرنا۔

☆ تکلیف و مصیبت کے وقت ان سے ہمدردی کرنا۔

☆ اپنی طرف سے انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچانا۔

رشتے داروں کے حقوق:

دور جاہلیت میں لوگ ماموں، چچا، خالہ، پھوپھو، بہن اور بھائی جیسے قریبی رشتوں کو بھلا چکے تھے۔ آپ ﷺ نے ان مقدس رشتوں کی اہمیت و ضرورت کو پھر اجاگر کیا اور بتایا کہ ان کے مقامات کیا ہیں نیز اپنے عمل سے بھی آپ ﷺ نے یہ ثابت کر دکھایا کہ یہ رشتے انسان کے لیے واقعی ہی بہت اہم ہوتے ہیں جن کی انسان کو کبھی نہ کبھی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ ان پر خرچ کرنے کو بقیہ لوگوں کی بہ نسبت زیادہ باعث اجر قرار دیا اور ان سے قطع تعلقی کو سخت حرام اور بڑا جرم قرار دیا۔

مریضوں کے حقوق:

جس دور میں لوگ زندہ و صحیح سلامت شخص کی تعظیم و توقیر سے عاری تھے اس میں رسول خدا ﷺ نے آکر ایک صحت مند شخص تو کجا مریضوں کے حقوق مقرر بیان فرمائے اور امت کو ان کا پورا خیال رکھنے کی مکمل تاکید فرمائی۔ اپنے فرامین کے زریعے آپ ﷺ نے مریض کی عیادت کرنے کے دنیا و آخرت میں فوائد فضائل بیان کئے جن سے لوگوں میں بیمار شخص کی تیمارداری کرنے کا شوق و جزبہ مزید بڑھ گیا۔

☆احادیث میں مریض کی عیادت کا باقاعدہ حکم دیا گیا۔

☆مریض کی عیادت کرنا اس کا حق قرار دیا گیا۔

☆مریض کے پاس زیادہ دیر بیٹھنے سے منع فرمایا تاکہ اس کے لیے مشکل نہ ہو۔

☆مریض کے پاس ایسی باتیں کرنے کی تعلیم فرمائی جن سے اس کا دل خوش ہو اور ایسی باتوں سے منع فرمایا جو اسے پسند نہ ہوں۔

☆عیادت کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ مریض کے پاس مایوسی والی گفتگو نہ کرے مثلاً اس بیماری کا تو علاج ممکن نہیں، فلاں کو بھی تھی اور وہ نہیں بچا ایسی تمام باتوں سے منع فرمایا بلکہ اس کے پاس ایسی گفتگو کی جائے جس سے اس میں حوصلہ پیدا ہو۔

☆مریض سے اپنے لیے دعا کروانے کا حکم دیا اور فرمایا اس کی دعا عند اللہ قبول کی جاتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی عیادت کرنے والے کے لیے بے شمار انعامات کا ذکر فرمایا جیسے:

☆عیادت کرنے والا جب تک مریض کے پاس بیٹھتا ہے تب تک جنت کے باغ میں چہل قدمی کرتا ہے۔

☆رحمتِ خدا اسے ڈھانپ لیتی ہے۔

☆ستر (70) ہزار فرشتے عیادت کرنے والے کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

☆اس کے رزق میں برکت ہو جاتی ہے۔

☆عیادت کے لیے جانے پر ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھی جاتی ہے، ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔

☆عیادت کرنے والے کو اللہ جل وعلا کی رضا نصیب ہوتی ہے۔

☆جنت میں گھر ملے گا۔

یتیموں، بیواؤں کے حقوق:

اللہ کے محبوب ﷺ نے ان لوگوں کے بھی حقوق مقرر فرمائے جنہیں دنیا میں کوئی پوچھتا نہیں تھا اور ظاہری سہارے بھی جن کے سب چھن چکے تھے۔ جیسے یتیم، بیوہ عورتیں اور معاشرے کے لاوارث افراد۔ آپ ﷺ نے یتیم کی کفالت کرنے والے کو جنت میں اپنا پڑوسی قرار دیا اور بیوہ عورت کے ساتھ نکاح کی ترغیب دلائی، دونوں کے لیے کوشش کرنے والے کو مجاہد فی سبیل اللہ کی مانند فرمایا اور خود اپنے عمل سے بھی اس چیز کو ثابت کیا۔

چھوٹوں اور بڑوں کے حقوق:

اس دنیا میں رہنے والے انسان عمر کے لحاظ سے سب برابر نہیں ہوتے بلکہ کچھ چھوٹے، کچھ بڑے اور بعض درمیانی عمر کے ہوتے ہیں آپ ﷺ نے سب کے حقوق بیان فرمائے تاکہ ہر طبقہ اور ہر عمر کا فرد دوسرے کے حقوق پہچانے اور ان کے مطابق اسے عزت دے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے چھوٹوں کو بڑوں کی عزت و توقیر کا حکم دیا، ان کے سامنے بلند آواز سے گفتگو سے منع فرمایا اور بتایا کہ بڑوں کے فیصلوں میں انہیں دخل دینا مناسب نہیں جبکہ دوسری طرف بڑوں کو حکم دیا کہ وہ چھوٹوں پر شفقت سے کام لیں، ان سے نرم برتاؤ کریں اور سختی سے گریز کریں۔

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پہ حقوق:

حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر درج ذیل حقوق ہیں:

- جب کوئی مسلمان ملے تو اسے سلام کرے۔
- اگر وہ دعوت کے لیے بلائے تو دعوت قبول کرے۔
- اسے چھینک آئے تو جواب میں "یرحمک اللہ" کہے۔
- جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرے۔
- فوت ہونے پر اس کی نماز جنازہ کے ساتھ چلے۔

قارئین کرام! جو حقوق اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ نے انسانی معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لیے مقرر فرمائے تھے ، جن کے ذریعے آپ نے کائنات کے سیاہ مظالم کو ختم فرمایا ، پسے ہوئے ، غریب اور لاچار افراد کو معاشرہ میں مساوات کا درجہ دیا، ایک انسان کے دل میں دوسرے انسان کی قدر و اہمیت واضح کی، زندگی میں راحت و فرحت، سکون و امن اور انصاف جیسے اعلیٰ اوصاف کو جن حقوق کے ذریعے آپ ﷺ نے عروج عطا فرمایا افسوس! کہ امت آج پھر ان حقوق کو بھولتی جا رہی ہے ، انسانوں کی عظمت لوگوں کے دلوں سے پھر سے نکلتی جا رہی ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ وہی مظالم اور افعال عام ہوتے جا رہے ہیں، حقوق العباد کی بلکل کسی کو پرواہ نہیں سب اپنی طمع، حرص اور لالچ میں زندگی کی گھڑیاں جی رہے ہیں، دوسروں کے لیے جینے، تڑپنے اور اچھا سوچنے کا دور ختم ہوتا جا رہا ہے۔ انسانی شرافت و رفعت کو مفاد کی خاطر سمجھا جاتا ہے۔

لہذا اگر مسلمان پھر سے عروج اور ترقی کے خواہاں ہیں، معاشرہ میں امن اور سکون چاہتے ہیں، دوسری قوموں کے سامنے اپنی اخلاقی اقدار مضبوط کرنا چاہتے ہیں تو انہیں ان حقوق پر عمل کرنا ہوگا جو رسول کریم ﷺ نے ان کے لیے بیان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حقوق سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شانِ صدیق اکبر میں مولا مرتضیٰ کا فصیح و بلیغ اور جامع خطبہ

از: علامہ پروفیسر محمد اعجاز جنجوعہ

بعض کلمات و بیانات ایسے ہوتے ہیں جن کے متون کی صداقت و حقانیت اور اصلیت کی گواہ ان کے صفحات پر پڑنے والے انوار کی تجلیات ہوتی ہیں جن کا ادراک حق بین نظروں کو بلا توقف ہو جاتا ہے خواہ طرق میں کہیں ضعف ہو، ایسا ہی وہ عالی شان ارشاد ہے جو معرفت فصاحت اور بلاغت کے امام، بابِ علمِ نبی خلیفہ چہارم مولا مرتضیٰ کی زبان حق ترجمان پر شان صدیق اکبر میں صادر ہوا اس کو امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں بحوالہ البحر الزخار مسند البزار میں نقل کیا۔

نبی اکرم ﷺ کے صحابی اسید بن صفوان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کو چادر سے ڈھانپ دیا گیا ان کے وصال سے مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا اور لوگوں کے اوسان خطا ہو گئے جیسے رسول اللہ ﷺ کے وصال کی گھڑی میں سب کے ہوش اڑ گئے تھے اس حالت میں حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت تیزی سے اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہتے ہوئے تشریف لائے اس وقت آپ کی زبان پر یہ کلمات بھی آئے "آج خلافتِ نبوت ختم ہو گئی"۔ پھر اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے جس میں حضرت صدیق اکبر تھے اور فرمایا:

اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ سب لوگوں سے پہلے اسلام لانے والے، ایمان میں سب سے زیادہ مخلص، یقین میں سب سے بڑھ کر، اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے، سب سے زیادہ بے نیاز اور مستغنی، نبی اکرم ﷺ کے بارے میں زیادہ محتاط، اسلام پر زیادہ جھکے جمے ہوئے، صحابہ کرام کیلئے جائے پناہ شان، صحابیت میں سب سے بڑھ کر، فضائل و مناقب میں سب سے افضل، نیک کاموں کی کثرت میں سب سے آگے، سب سے زیادہ

بلند درجہ کے مالک، رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قربت پانے والے، ہدایت خلق اور طبیعت میں رسول اللہ ﷺ کے زیادہ مشابہ، بارگاہ رسالت میں سب سے زیادہ اعتماد و ثقاہت کے حامل اور نبی اکرم ﷺ کے ہاں مقام و منزلت کے لحاظ سے زیادہ شرف وعزت سے سرفراز۔

اے ابو بکر! اللہ تعالی آپ کو اسلام، نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔

آپ نے اس وقت رسول اللہ ﷺ کی تصدیق فرمائی جب لوگوں نے تکذیب کی اس لیے اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں آپ کو صدیق کا نام دیا فرمایا:

"وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ (محمد ﷺ) وَصَدَّقَ بِهٖ (ابو بکر) یعنی جو سچ کے ساتھ آئے وہ محمد ﷺ ہیں اور جس نے اس سچ کی تصدیق کی وہ ابو بکر صدیق ہیں آپ نے اس وقت رسول اللہ ﷺ کی مالی مدد کی جب لوگوں نے کنجوسی کی اور اس وقت حضور کے ساتھ کھڑے ہوئے جس وقت لوگ بیٹھے رہے آپ نے سختی یعنی مشکل گھڑی میں حضور کا ساتھ دیا۔ آپ سب سے زیادہ عزت والی صحبت سے سرفراز ہیں۔

آپ وہ ہیں جن پر سکینت کا نزول ہوا ہجرت اور تکلیف کے مقامات پر حضور کے ساتھی رہے حضور ﷺ کے وصال کے بعد بہترین جانشینی کی جب لوگ دین سے پھر گئے تو آپ رسول اللہ ﷺ کے دین کو لے کے اٹھے اور ایسا قائم فرمایا کہ کسی نبی کے خلیفہ نے ہرگز دین کی ایسی اقامت نہ کی۔ جب آپ کے ساتھی کمزور ہو کر حوصلہ ہار بیٹھے تو آپ زور اور سرگرمی سے اٹھے اور منافقوں کی ناراضی اور کافروں کے غیض وغضب کے باوجود منہاج نبوت سے وابستہ رہے جب لوگوں کے حوصلے پست ہو گئے تو آپ نے دین اور خلافت کا معاملہ سنبھال لیا اور خدائی روشنی کے ساتھ گامزن رہے۔

آپ فوقیت کے لحاظ سے ان سے بلند تھے کم گو تھے مگر جب بولتے تھے تو سب سے زیادہ صحیح رائے رکھتے تھے زیادہ خاموشی آپ کا وطیرہ تھی مگر بوقت کلام بہت بلیغ تھے رائے میں دوسروں سے بڑھ کر تھے دل کے لحاظ سے زیادہ شجاع، یقین میں ان سے زیادہ سخت، حسنِ عمل میں ان سے آگے اور معاملات کو زیادہ جاننے والے تھے دین کے سردار اور مومنین کے لیے مہربان باپ کی طرح تھے۔

جب اہل ایمان آپ کی زیر کفالت و ذمہ داری آئے جس کے اٹھانے سے وہ ناتواں تھے وہ بوجھ آپ نے اٹھا

لیئے جو وہ ضائع کر چکے اس کی حفاظت آپ نے کی اور جس چیز سے وہ غافل تھے اس سے اعتناء آپ نے کیا۔ جب انہوں نے صدائے درد بلند کی تو آپ نے صبر کیا پس جس کی طلب انہوں نے کی اس کے آثار آپ نے پا لیے اور آپ کے طفیل انہوں نے وہ کچھ پالیا جس کا وہ گمان بھی نہیں کرتے تھے۔

آپ کافروں کے لیے سخت عذاب تھے اور مومنوں کے لیے موسلا دھار بارش اور شادابی تھے اور شادابی کی دولت مندی سے اڑے اور اس کی تازگی سے بامراد ہوئے اس کے فضائل لے چلے اور تمام مقابلوں میں بازی لے گئے آپ کی دلیل میں کمزوری نہ آئی اور نہ آپ کا دل ٹیڑھا ہوا نہ آپ کی بصیرت کمزور پڑی اور نہ ہی آپ کے نفس نے بزدلی دکھائی۔

آپ ایسے پہاڑ تھے جسے آندھیاں ہلا نہیں سکتیں نہ بجلیاں ہٹا سکتی ہیں آپ ایسے تھے جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "رفاقت واعانت میں سب لوگوں سے زیادہ احسان کرنے والے" اور جیسے فرمایا "تم بدن کے لحاظ سے کمزور ہو مگر اللہ کے دین کے معاملے میں قوی ہو"۔ آپ بہت منکسر مزاج اور مسلمانوں کے نزدیک بہت عظمت والے اور سطح زمین پر جلیل القدر تھے۔

آپ کی ذات میں نہ کسی کی نکتہ چینی تھی اور نہ آپ کے لیے کسی کی زبان درازی تھی، نہ آپ کی ذات کسی کے لیے بیجا مقامِ طمع اور نہ آپ کے ہاں کسی کے لیے غیر ضروری نرمی تھی کمزور ترین شخص آپ کے نزدیک طاقتور تھا یہاں تک کہ آپ اس کا حق لے کر اس کو دیتے تھے اور طاقتور شخص آپ کے نزدیک کمزور تھا یہاں تک کہ اس سے مظلوم کا حق لے لیا جاتا۔

اس مسئلے میں قریب وبعید آپ کے لیے یکساں تھا آپ کا کام حق اور سچائی کا تھا آپ کے قول میں نرمی تھی آپ نے برائی کے بنے راستوں کو اکھیڑ دیا آپ کے تصدق دین مستحکم ہو گیا ایمان میں قوت آگئی اور اللہ کا دین غالب ہو گیا خواہ کافروں کو برا لگے اللہ کی قسم آپ بہت آگے نکل گئے اور پچھلوں کو اس دوڑ میں سخت تھکا دیا آپ تو جنت مکین ہو گئے مگر آپ کے وصال سے آسمانوں میں کہرام مچا ہے اور اس مصیبت سے لوگوں پر سکتہ طاری ہے فانا للہ وانا الیہ راجعون ہم اللہ تعالی کی قضا پر راضی ہیں۔

اور اللہ تعالی کا معاملہ اسی پر چھوڑ دیا ہے رسول اللہ ﷺ کے بعد ایسی مصیبت کبھی نہ آئے جیسی یہ مصیبت

ہے آپ دین کا سرمایہ اور پناہ گاہ تھے۔ آپ مسلمانوں کے لیے حفاظت کا حصار سایہ اور اُنس تھے اور منافقوں کے لیے سختی اور قہر وغضب تھے اللہ تعالی نے آپ کو اپنے نبی ﷺ کے ساتھ ملا دیا اور آپ کے اجر سے ہمیں محروم نہ رکھا اور آپ کے بعد ہمیں گمراہ نہ کیا"۔

حضرت سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالی عنہ کے اس ارشاد کے دوران لوگ خاموش رہے یہاں تک کہ آپ نے اپنا کلام پورا فرمایا پھر اصحاب رسول ﷺ رونے لگے اور بولے اے ابن عمِ رسول! آپ نے سچ فرمایا۔

10 ذوالقعدۃ الحرام 1446 ہجری

اوّلیات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

از: مولانا محمد مبشر رضا عطاری

اولیات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بیان کرنے سے پہلے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اولیات کیا ہے:

اَوَّلِیَات، یہ اَوَّل کی جمع ہے، اور اصطلاح میں اَوَّل اس کام کو کہتے ہیں جو کسی شخص پر سب سے پہلے صادر ہوا ہو۔

اگر ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت پر غور و فکر کرتے ہیں۔ تو ہمارے سامنے آپ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے وصال ظاہری تک کئی ایسے کام اور کارنامے ظاہر ہوتے ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ کی اولیات ہیں۔ اولیات کئی طرح کی ہوتی ہیں یا تو وہ ذاتی، مذہبی، فلاحی، معاشی یا جنگی اولیات ہوتی ہیں۔

ان تمام اولیات کو ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت میں ملاحظہ کرتے ہیں:

حضرت عمر فاروق کی ذاتی اولیات:

حضرت سیدنا فاروق اعظم وہ ہستی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے کفار کے سامنے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس بیان فرماتے ہیں: اَوَّلُ مَنْ جَهَرَ بِالْاِسْلَامِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ترجمہ: یعنی جس نے سب سے پہلے اپنے اسلام کو اعلانیہ طور پر ظاہر کیا وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (معجم کبیر، ج 11، ص 14)

سب سے پہلے امیر المومنین کا لقب پانے والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

علامہ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: فِیْ مَنَاقِبِ عُمَرَ اَوَّلُ مَنْ سُمِّیَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں سے یہ ہے آپ پہلے خلیفہ ہیں جن کو امیر المومنین کا لقب دیا گیا۔

نیز سب سے پہلے اسلام کے قاضی کہلانے والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت سیدنا ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَوَّلُ مَنْ وَلِیَ شَیْئاً مِنْ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَلَّاهُ اَبُوْبَکْرٍ الْقَضَاءَ فَکَانَ اَوَّلَ قَاضٍ فِی الْاِسْلَامِ، ترجمہ: یعنی سب سے پہلے جنہیں مسلمانوں کے معاملات کے لئے مقرر کیا گیا، وہ حضرت عمر بن خطاب ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو قاضی مقرر کیا، چنانچہ

اسلام میں سب سے پہلے قاضی ہیں۔(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج3، ص239)

سب سے پہلے درہ ایجاد کرنے والے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

شارح مسلم علامہ ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَهُوَاَوَّلُ مَنِ اتَّخَذَ الدُّرَّةَ

ترجمہ: یعنی امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے دُرَّہ ایجاد فرمایا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج3، ص239)

سب سے پہلے راتوں کو دورہ کرنے والے اور اپنی رعایا کے حالات سے باخبر ہونے والے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے فرماتے ہیں: اَوَّلُ مَنْ عَسَّ بِاللَّيْلِ ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ وہ پہلے خلیفہ ہیں جو رِعایا کے حالات سے آگاہی کیلئے راتوں کا دَورہ کیا کرتے تھے۔(تاریخ الخلفاء، ص108)

سب سے پہلے درازی عمر کی دعا دینے والے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے سب سے پہلے درازی عمر کی دعا مولا علی رضی اللہ عنہ کو دی۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کسی کو یوں درازیٔ عمر کی دعا دی: اَطَالَ اللهُ بَقَاءَكَ ترجمہ: یعنی اللہ پاک آپ کو لمبی عمر عطا فرمائے۔(تاریخ الخلفاء، ص108)

یہ وہ تمام ذاتی اولیات ہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات کے ساتھ بدرجہ اتم متصف ہیں۔

اب ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مذہبی اولیات ملاحظہ کرتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق کی مذہبی اولیات:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ لڑی گئی جسے جنگ یمامہ کہتے ہیں۔

اس جنگ میں کثیر تعداد میں حفاظ قرآن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہوئے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا جو حفاظ صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین ابھی حیات ہیں ان سے معاونت لیکر قرآنی صحائف کو جمع کر لیا جائے، چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس مبارک مشورے پر عمل کر کے قرآن پاک جمع فرما دیا۔

(صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، حدیث:4968)

سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک جمع کرنے کا مشورہ دیا۔ اس لیے یہ آپ کی مذہبی اولیات قرار پائی۔

نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اذان کے کلمات میں عہد نبوی میں اضافہ فرمایا۔

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ ابتداء اذان میں "اشهد أن لا اله الا الله " کے بعد "حي على الصلوة" کہا کرتے تھے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بلال "اشهد أن لا اله الا الله" کے بعد "اشهد أن محمدا رسول الله" کہا کرو۔ اس بات کو سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بلال جیسا عمر نے تمہیں حکم دیا ہے ویسا ہی کہو۔ (صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصلاۃ، حدیث 362)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے شراب کی حد مقرر کرتے ہوئے شرابی کو اسی (80) کوڑے لگوائے، تو تمام کبار صحابہ کرام کا اسی (80) کوڑے کی سزا پر اجماع ہو گیا۔

سب سے پہلے ائمہ و مؤذنین کے مشاہرے مقرر فرمانے والے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت حسن بیان کرتے ہیں: حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ مؤذنین اور ائمہ کرام کو تنخواہیں دیتے تھے۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مساجد میں سب سے پہلے امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روشنی کے لیے چراغ جلائے۔ (تفسیر روح البیان، ج3، ص400)

ہم نے مضمون کی طوالت سے بچتے ہوئے مختصراً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مذہبی اولیات بیان کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اب ہم بڑھتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فلاحی اولیات کی طرف۔

حضرت عمر فاروق کی فلاحی اولیات:

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے زراعت کے لیے نہریں کھدوائیں۔

ان میں مشہور معروف نہریں، نہر ابی موسی، نہر معقل اور نہر ابی سعد ہیں۔(فتوح البلدان، ص357)

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس نے اسلام میں سب سے پہلے شہر تعمیر کروائے وہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ نیز علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سب سے پہلے مردم شُماری کرانے والے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔(تاریخ طبری، ج2، ص449)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیت المال قائم فرمایا، نیز سب سے پہلے پولیس کا محکمہ قائم کرنے والے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ نیز سب سے پہلے شہروں میں مہمان خانے و مسافر خانے بنانے والے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے شہروں میں قاضی مقرر فرمائے۔(طبقات کبری، ج3، ص214)

یہ تمام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فلاحی اولیات تھیں، یہ فلاحی اولیات ایسی ہیں ابتدا آپ رضی اللہ عنہ نے کی لیکن اس دور کے اندر بھی یہ فلاحی اولیات قائم و دائم ہیں۔

اب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی معاشی اولیات ملاحظہ کیجیے۔

حضرت عمر فاروق کی معاشی اولیات:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے مصر سے مدینہ منورہ اناج منگوانے والے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ نے سب سے پہلے اسلامی سکے رائج فرمائے۔

حضرت عمر فاروق نے ملک شام و عراق کی فتوحات تک قدیم سکہ چلنے دیا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے 18 ہجری میں نئے اسلامی سکوں کا اجراء کیا جو پرانے سکوں کے مشابہ تھے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے تجارتی گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر فرمائی۔(تاریخ الخلفاء، ص108)

یہ آپ رضی اللہ عنہ کی معاشی اولیات تھیں، اب ہم جنگی اولیات ملاحظہ کرتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق کی جنگی اولیات:

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مفتوحہ علاقوں میں فوجی چھاؤنیاں قائم فرمائیں۔ مفتوحہ ممالک کے تمام شہروں میں اور خصوصاً ملک شام کے شہروں میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جن فوجی چھاؤنیوں کو قائم کیا آپ نے انہیں اجناد (یعنی لشکر کے رہنے کی جگہ) کا نام دیا۔

(فیضان فاروق اعظم، ج 1، ص 748)

نیز امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے جنگ میں حصہ لینے والے فوجیوں کے گھوڑوں کا بھی حصہ مقرر فرمایا۔ حضرت سیدنا حکم بیان کرتے ہیں: کہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے جنگی گھوڑوں کے دو حصوں کو مقرر فرمایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج 7، ص 226)

اللہ پاک ہمیں حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سچی محبت عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف

از: مولانا اکرام رضا مدنی

وہ عمر جس کے اَعدا پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
تَرجمانِ نبی ہمزبانِ نبی
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام
فارقِ حق و باطل امامُ الہُدیٰ
تیغِ مَسلُولِ شدت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش)

دنیا کے انتظامات کو بہترین انداز کے ساتھ چلانے اور حسنِ معاشرت قائم رکھنے کے لئے اسلام کے دیئے گئے نظام کا ایک بہت ہی اہم حصہ عدل و انصاف بھی ہے۔ عدل اور انصاف جہاں معاشرے کو امن و امان فراہم کرتا ہے وہیں لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ظلم وزیادتی کرنے سے روکنے کا بہترین ذریعہ ہے جس کی بدولت کوئی بھی شخص کسی دوسرے شخص پر ظلم وزیادتی کرنے اور اس کی جان ومال کو نقصان پہنچانے سے گریز کرتا ہے۔

دنیا میں کئی عدل و انصاف کے دعوے دار آئے اور انہوں نے اپنی طرف سے مختلف قسم کے اصول وضوابط قائم کئے ان سے فائدہ تو ضرور ہوا لیکن مکمل طور پر ان جرائم پر کنٹرول پانے میں ناکام رہے بعض تو اپنے اصولوں کی کمزوری اور بعض کسی دوسرے خارجی پہلو مثلاً سفارش یا پھر کسی دباؤ اور لالچ میں آکر ان میں ناکام دکھائی دیے لیکن جب حضور علیہ السّلام کی تشریف آوری ہوئی تو آپ نے ان تمام ظالمانہ نظام کا خاتمہ کیا اور ان کے مدِّ مقابل ایسا بہترین اور زبردست قسم کا نظام متعارف کروایا کہ بڑے بڑے مجرم اور جرائم پیشہ افراد بھی اس کے سامنے سر نگوں ہونے پر مجبور ہوگئے اور لوگ اس آفاقی نظام اور اس کی مضبوط دیواروں کو تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکے اور آج

بھی اگر دنیا میں کوئی مضبوط عدل و انصاف کا نظام ہے تو حقیقی طور پر یہی اسلامی نظام ہے۔

عدل و انصاف کے اسلامی نظام کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام نے عدل و انصاف کے قیام و فروغ کے لئے کیا کیا اقدامات کئے ہیں؟ اگر قرآنِ کریم، احادیثِ کریمہ اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو اسلام کے نظامِ عدل کے مختلف پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں عدل و انصاف کے فضائل و احکام بیان فرمائے ہیں نیز عدل و انصاف کے فقدان پر تنبیہ بھی فرمائی اسی طرح عادل قاضی کے اوصاف اور عہدۂ قضا کی اہمیت و نزاکت بیان فرمائی۔

کریم آقا ﷺ کی سیرت طیبہ "عدل و انصاف" کا کامل و اکمل نمونہ ہے اسی طرح آپ نے اپنے وصال ظاہری کے بعد اپنی امت کو جن مقدس ہستیوں کے حوالے کیا انہوں نے بھی اپنی زندگیوں کو سیرت مصطفی کے سانچے میں ایسا ڈھالا کہ رہتی دنیا تک ان کے تذکرے، امت کی زبانوں پر جاری رہیں گے۔

انہیں مقدس ہستیوں میں ایک ہستی فارقِ حق و باطل، امام العادلین، امیر المؤمنین، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔

آپ کی مبارک سیرت کے بے شمار پہلوؤں میں سے ایک پہلو آپ کا عدل و انصاف بھی ہے۔ آپ کے عدل و انصاف کا تذکرہ کرنے سے پہلے آپ کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

کنیت، لقب اور حلیہ مبارکہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت "ابو حفص" اور لقب "فاروقِ اعظم" ہے۔ آپ دراز قد، بھاری جسم اور سفید رنگت والے جبکہ داڑھی مبارَکہ گھنی اور گھنگریالی تھی۔ (فیضانِ فاروقِ اعظم، ج1، ص59 تا60)

آپ کی سیرت کا نمایاں پہلو آپ کا دور خلافت ہے جو غیرت دینی، جرأت و شجاعت اور عدل و انصاف کا مظہر ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصطفی کریم ﷺ کی اتباع میں قرآن و سنت کے اس نظام عدل و انصاف کو پوری سلطنت میں اس طرح رائج فرمایا کہ ہر چھوٹا بڑا، امیر و غریب آپ رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنی جان، مال، آل اولاد سب کا محافظ سمجھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے نظام عدل و

انصاف کی پختگی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد آپ نے جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا وہ بھی آپ کے عدل وانصاف کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پہلے خطبے میں ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ مَنْزِلَةَ ذِي حَقٍّ أَنْ يُطَاعَ فِي مَعْصِيَةِ الله. أَلَا وَإِنِّي أَنْزَلْتُ نَفْسِي مِنْ مَالِ اللّٰهِ بِمَنْزِلَةِ وَلِي الْيَتِيم. إِنِ اسْتَغْنَيْتُ عَفَفْتُ وَإِنِ افْتَقَرْتُ أَكَلْتُ بِالْمَعْرُوفِ

ترجمہ: کوئی بھی شخص اللہ ورسول کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت کر کے حقدار کے حق تک نہیں پہنچ سکتا۔

اور غور سے سن لو! اللہ کے مال میں میری حیثیت یتیم کے سرپرست کی طرح ہے۔

اگر میں مالدار رہا تو اپنے دامن کو بیت المال سے بچائے رکھوں گا اور اگر مجھے حاجت ہوئی تو جائز طریقے سے کھاؤں گا۔(کنز العمال حدیث 44214، مؤسسۃ الرسالۃ، 1401ھ جلد 16، ص 167)

آپ رضی اللہ عنہ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے: "اللهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي أُبَالِي إِذَا قَعَدَ الْخَصْمَانِ بَيْنَ يَدَيَّ عَلَى مَنْ حَالَ الْحَقُّ مِنْ قَرِيبٍ أَوْ بَعِيدٍ فَلَا تُمْهِلْنِي طَرْفَةَ عَيْنٍ"

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! جب دو شخص اپنا جھگڑا لے کر عدل وانصاف کے لیے میرے سامنے حاضر ہوں، اگر میں اس وقت حق سے پھرنے والے کی کچھ پرواہ کروں خواہ وہ میرا کوئی اپنا قریبی عزیز رشتہ دار ہو یا کوئی غیر ہو تو پھر مجھے اس دنیا میں اتنی دیر بھی نہ رکھنا جتنی دیر آنکھ جھپکنے میں لگتی ہے۔(البیہقی، شعب الایمان، جلد 9، ص 508)

عہدِ فاروقی اور نظامِ عدلیہ

جب عہد فاروقی میں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور سلطنت اسلامیہ دور دراز علاقوں تک پھیل گئی تو آپ نے اسے مختلف صوبوں اور اضلاع میں تقسیم کر دیا، گورنروں کے اختیارات کو وسعت دے دی، اور انتظامیہ کی ساخت مضبوط ہو گئی تو امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی باکمال فراست سے یہ بات جان لی کہ اب عدلیہ اور انتظامیہ دونوں کو علیحدہ کرنا نہایت ضروری ہے لہذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ عرصے بعد ہی ان دونوں کو جدا کر دیا۔

اس سے پہلے عہد رسالت و عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی دور میں یہ دونوں (انتظامیہ اور عدلیہ) جدانہ

تھے اس کی سب سے اہم وجہ تھی کہ اس وقت معاشرتی و حکومتی شعبہ جات نہایت ہی سادہ حالت میں تھے اور مختلف فتوحات کا سلسلہ جاری ہونے کی وجہ سے ملکی تقسیم اور محکموں کا قیام باقاعدگی سے عمل میں نہیں آیا تھا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد لوگوں کے سامنے نظام عدلیہ کو اس انداز میں نافذ فرمایا جس سے لوگوں کے دلوں میں اپنی جان، مال، اولاد وغیرہ کا تحفظ یقینی ہو گیا۔ وصال سے قبل بھی اس کا درس ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعال عنہ نے ارشاد فرمایا:

يا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ إِنِّي لَا أَخَافُ النَّاسَ عَلَيْكُمْ إِنَّمَا أَخَافُكُمْ عَلَى النَّاسِ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ ثِنْتَيْنِ لَنْ تَبْرَحُوا بِخَيْرٍ مَا لَزِمْتُمُوهُمَا: الْعَدْلُ فِي الْحُكْمِ وَالْعَدْلُ فِي الْقَسْمِ وَإِنِّي قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ مُحَرَّفَةِ النَّعَمِ إِلَّا أَنْ يَتَعَوَّجَ قَوْمٌ فَيُعَوَّجَ بِهِمْ

ترجمہ: اے قریش کے لوگو، میں تمہاری طرف سے لوگوں سے نہیں ڈرتا بلکہ لوگوں کی طرف سے تم سے خوف رکھتا ہوں۔ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان کو خود پر لازم نہ کر لو ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے: (1) فیصلہ کرنے میں عدل و انصاف سے کام لینا (2) اور تقسیم کرنے میں عدل و انصاف سے کام لینا اور بے شک میں تمہیں ایک واضح اور سیدھے راستے پر چھوڑ کر جا رہا ہوں، مگر یہ کہ قوم ٹیڑھی ہوئی تو وہ راستہ بھی ان کے سبب ٹیڑھا ہو جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ماجاء فی خلافۃ عمر بن الخطاب، جلد 7، ص 438 حدیث: 37066)

نظام عدلیہ کے اصول و ضوابط

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے دور کے ایک مشہور عدالتی جج حضرت سیدنا قاضی شریح رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو جو خط روانہ فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: * "جب کسی معاملے کا فیصلہ تمہیں قرآن میں مل جائے تو پھر قرآن ہی سے فیصلہ کرو اور احتیاط سے کام لو کہ لوگ کہیں تمہیں اس سے ہٹا نہ دیں۔

اور اگر تمہیں قرآن میں اس کا فیصلہ نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت یعنی احادیث مبارکہ کے ذریعے اس کا فیصلہ کرو۔ اور اگر ایسا معاملہ ہو جس کا فیصلہ نہ تو قرآن میں ملے اور نہ ہی احادیث میں تو پھر لوگوں کے اجماع پر نظر کرو اور اسی کے مطابق فیصلہ کرو۔ اور اگر ایسا معاملہ ہو کہ جس کا فیصلہ نہ تو قرآن میں ملے، نہ ہی احادیث میں ملے،

نہ ہی تم سے پہلے کسی نے کلام کیا ہو تو پھر دو معاملوں میں سے جسے چاہے اختیار کر لو۔

اگر اپنی رائے کے ساتھ اجتہاد کرنا چاہو اور اسے مقدم کر دو یا مؤخر کر دو میں یہ سمجھتا ہوں کہ مؤخر کرنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 4، ص 543)

اسی طرح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ بن جراح، ابو موسی اشعری اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کی طرف بھی مکتوب روانہ کیے جس میں دیگر نصیحتوں کے ساتھ ساتھ عدل و انصاف کا دامن تھامے رکھنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا۔

عہد فاروقی میں مکمل قانون کا نفاذ

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد میں مکمل قانون کا نفاذ فرمایا، نیز اپنے مقررہ قاضیوں اور ججوں کو بھی خصوصی تاکید فرمائی کہ جب بھی کسی معاملے میں فیصلہ کرنا ہو تو اولا قرآن مجید، پھر سنت نبوی، پھر اجماع امت اور پھر قیاس واجتہاد سے فیصلہ کیا جائے۔ نیز آپ رضی اللہ تعالی عنہ اس ضروری امر کے باوجود اپنے مقررہ قاضیوں کی وقتاً فوقتاً مشکل مسائل میں فتاوی کے ذریعے بھی معاونت فرماتے رہتے تھے، جس کی تفصیل کتب سیر و تاریخ میں موجود ہے۔ یوں عدلیہ کا نظام آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد مبارکہ میں اپنے تمام تر جزئیات کے ساتھ کامل واکمل قانون کی حیثیت سے رائج ہو گیا۔

رشوت کا دروازہ بند کر دیا

قاضی وجج بلکہ ہر فیصلہ کرنے والے کے لیے عدل و انصاف اپنانے میں بڑی رکاوٹ اور آزمائش "رشوت" جیسا مہلک ناسور ہے، آج کل معاشرے میں یہ کتنا پھیلا ہوا ہے ہر شخص اس سے آگاہ ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اس ناسور پر بہت کڑی نظر رکھی اور دیگر ناجائز طریقوں کا سدباب کرنے کے ساتھ ساتھ رشوت کے دروازوں کو بھی بالکل بند کر دیا، اس کے لیے آپ نے دو 2 طریقے اختیار فرمائے:

(1) آپ نے عدالتوں کے قاضیوں و ججوں کی ایسی معقول تنخواہیں مقرر کیں جس سے انہیں کسی بیرونی آمدنی کی حاجت نہ رہے اور رشوت کے تمام چور دروازے بند ہو جائیں۔ مثلاً حضرت سیدنا سلمان بن ربیعہ اور حضرت سیدنا قاضی شریح رحمۃ اللہ تعالی علیہما کی ماہانہ تنخواہ پانچ پانچ سو درہم تھی اور یقیناً یہ تنخواہ اس زمانے کے لحاظ سے

ایک معقول تنخواہ تھی۔

(2)جو شخص مالدار یا معزز نہ ہوتا اسے قاضی مقرر نہیں کیا جاتا تھا نیز کسی قاضی کو تجارت اور اپنا ذاتی کاروبار وغیرہ کرنے کی قطعا اجازت نہ تھی۔ حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالی عنہ کو جو آپ نے مکتوب روانہ کیا اُس میں اس بات کی وجہ بھی تحریر فرمائی۔ ارشاد فرمایا: لَا تَسۡتَقۡضِيَنَّ إِلَّا ذَا مَالٍ وَذَا حَسَبٍ فَإِنَّ ذَا الْمَالِ لَا يَرۡغَبُ فِي أَمۡوَالِ النَّاسِ وَإِنَّ ذَا الْحَسَبِ لَا يَخۡشَى الْعَوَاقِبَ بَيۡنَ النَّاسِ

یعنی صاحب ثروت اور اچھے خاندان والے کو قاضی بناؤ کیونکہ جو مالدار ہو گا وہ لوگوں کے مال و دولت سے بے پرواہ ہو گا اور اچھے خاندان والے کو لوگوں میں (فیصلہ کرتے ہوئے) انجام کا خوف نہ ہو گا۔

(فیضان فاروق اعظم، جلد2، ص280)

عہد فاروقی کے ماہر قانون دان

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مختلف علوم کے ماہرین صحابہ کرام کو مختلف معاملات میں شرعی و قانون رہنمائی کی ذمہ داری سونپی تاکہ لوگوں کو مسائل دریافت کرنے میں آسانی رہے۔ ان میں سیدنا عثمان غنی، سیدنا مولا علی، سیدنا معاذ بن جبل، سیدنا ابی بن کعب، سیدنا عبد الرحمن بن عوف اور سیدنا زید بن ثابت کا نام سر فہرست ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فیصلے

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خود بھی ایک ماہر فیصل کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کے عہد رسالت اور دور صدیقی کے شاندار فیصلے اس بات پر شاہد ہیں۔ ذیل میں آپ کے چند فیصلوں میں سے ایک تاریخی فیصلے کا ذکر کرتے ہیں:

چنانچہ تفسیر در منثور میں ہے کہ: عہد رسالت میں ایک یہودی اور منافق نے بارگاہ رسالت سے اپنا فیصلہ کروایا جسے منافق نے تسلیم نہ کیا اور دونوں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی بارگاہ میں آئے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ منافق نے بارگاہ رسالت کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا تو تلوار سے اس منافق کا سر تن سے جدا کر دیا پھر ارشاد فرمایا: هٰكَذَا اَقۡضِي بَيۡنَ مَنۡ لَمۡ يَرۡضَ بِقَضَاءِ اللهِ وَرَسُولِه

ترجمہ: یعنی جو رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فیصلے سے راضی نہیں میں اس کا فیصلہ یوں کروں گا۔

(تفسیر در منثور، جلد2، ص582 ملخصًا)

آپ کی سیرت مبارکہ شاندار فیصلوں سے بھری پڑی ہے جس پر الگ سے کتب بھی مرتب کی گئی ہیں۔

فیصلوں کی تعداد

عہد فاروقی میں چونکہ فتوحات کی بہت کثرت ہوئی، جس کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا، جوں جوں مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوا ان کے مختلف معاملات میں لین دین اور معاشرتی میل جول کی وجہ سے بے شمار مسائل بھی سامنے آئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تمام مسائل کو اپنی فراست کاملہ سے بطریق احسن حل فرمایا۔ کتب سیر و تاریخ میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختلف معاملات میں جن فیصلوں کا تذکرہ ملتا ہے در حقیقت وہ ان فیصلوں کا عشر عشیر بھی نہیں ہے جو آپ نے اپنی مکمل حیاتِ طیبہ میں فرمائے۔ بلکہ آپ رَضی اللہ تعالی عنہ کے ہزاروں فیصلے ایسے بھی ہیں جنہیں تاریخ کے اوراق میں محفوظ نہ کیا جاسکا لہذا آپ کے تمام فیصلوں کو بیان کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ تقریباًنا ممکن ہے۔

فیصلہ کرنے کا مبارک انداز

آپ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ کرنے کا انداز کچھ یوں ہوتا کہ فیصلہ کرنے سے پہلے دعا مانگتے اور اپنے پرائے کی رعایت کیے بغیر حق بات کا فیصلہ فرماتے، ہمیشہ فیصلے کے آخر میں لکھا کرتے کہ یہ اگر درست ہے تو اللہ پاک کی طرف سے ہے اور اگر کوئی غلطی ہے تو وہ عمر کی طرف سے ہے۔ اعتدال کو اپناتے ہوئے فیصلہ کرتے اور جب دل میں نرم گوشہ ہوتا تو فیصلہ نہ فرماتے۔ (فیضان فاروق اعظم جلد 2، ص 292، 293 ملخصا)

آپ نے اپنے عہد میں امت کے لیے بے شمار ایسے محکمے رائج کیے جن سے دنیا آج بھی استفادہ کر رہی ہے۔

شہادت

تاریخِ عالَم کے اس عظیم حکمران کی پوری زندگی عزّت و شرافت اور عظمت کے کارناموں کی اعلیٰ مثال تھی، 26 ذوالحجۃ الحرام کی صبح ایک مجوسی غلام ابولؤلؤ فیروز نے آپ پر فجر کی نماز کے دوران قاتلانہ حملہ کیا اور شدید زخمی کر دیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، جب لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھا کر آپ کے گھر میں لائے تو مسلسل خون بہنے کی وجہ سے آپ پر غشی طاری

ہو چکی تھی ہوش میں آتے ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے پیچھے بٹھا لیا اور وضو کر کے نمازِ فجر ادا کی پھر چند دن شدید زخمی حالت میں گزار کر اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ حضرتِ صُہَیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یکم محرّم الحرام 24 ہجری روضۂ رسول میں خلیفۂ اوّل حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(طبقات ابن سعد، ج3، ص266، 281، 280)

اللہ پاک ان کے صدقے ظلم و ستم میں پِسی ہوئی امت کو عالم کفر کے مقابلے میں بر سرِ پیکار ہونے کی توفیق نصیب فرمائے اور موجودہ حکمران اور صاحب اقتدار طبقے کو آپ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے عالم کفر کے سر غنوں پر اسلام کی دھاک بٹھا کر ان کا قلع قمع کرنے کی ہمت و جرأت اور غیرتِ دینیہ نصیب کرے۔ آمین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

جن غذاؤں کو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی غذا بننے کا شرف ملا ان میں سے ایک کلیجی بھی ہے، یہ ایک بہترین اور فائدہ مند غذا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

جنّت میں جاتے ہی سب سے پہلے جس کھانے کی دعوت ہو گی وہ مچھلی کی کلیجی کا کنارہ ہو گا۔ (بخاری، 2/605، حدیث: 3938 ملخصًا)

مشاجراتِ صحابہ میں پڑنا کیوں منع ہے؟

از: مولانا السید جنید الحسینی البخاری

شان وعظمتِ اصحابِ نبی ﷺ

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص وارد ہیں جن میں ان نفوسِ قدسیہ کی رفعت، عظمت، عدالت، دیانت، امانت، صداقت، شجاعت، خشیتِ الٰہی، محبتِ رسول، ایثار، تقویٰ، احسان اور خلوص وغیرہا صفاتِ حمیدہ کا بیان موجود ہے۔

ان کی شان وعظمت کو بیان کرنے والی جملہ نصوصِ قرآنی وحدیثی کو بیان کرنا اور ان کے خصائل وفضائل کا احاطہ کرنا طاقتِ بشری سے باہر ہے۔

ان کے مقام کو سمجھنے کے لیے فقط ایک ہی جملہ کافی ہے جو اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کے تربیت یافتہ اور شرفِ صحبت سے مشرف خوش نصیب ہستیوں کے متعلق قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا:

﴿رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ ؕ﴾

ترجمہ کنزالایمان: اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔ (البینۃ:8)

جن سے راضی ہونے کا مژدہ خود ربِ کریم عطا فرمادے ان کے جنتی ہونے اور مقربینِ بارگاہِ الٰہی ہونے میں شک کرنے والا اور ان کو سب وشتم کرنے والا کب خوشنودیِ خداوندی سے بہرہ ور ہو سکتا ہے؟

نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کی شان میں فرمایا: تم لوگ میرے صحابہ کو سب وشتم نہ کرو، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کی مثل سونا خرچ کرکے ان میں سے کسی ایک کے آدھے سیر (half kg) کو (ثواب کو) پہنچنا چاہے تو نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، حدیث: 3673)

قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ کوئی غیر صحابی کسی صحابی کے مقام کو کبھی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ان حضرات کو یہ مقام کسی عبادت سے نہیں بلکہ صحبتِ رسول ﷺ سے ملا ہے۔

جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم کسی صحابیِ رسول کو گالی نہ دو، نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کی ایک لمحہ کی ہم نشینی تمہاری پوری زندگی کے عمل سے افضل ہے۔

(فضائل الصحابہ لأحمد، 1/57، ناشر دار ابن جوزیہ)

مشاجراتِ صحابہ اور عقیدۂ اہلسنت

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان پیش آنے والے وہ اختلافات جو جنگ کی صورت اختیار کر گئے، مشاجرات کہلاتے ہیں۔

مشاجراتِ صحابہ کے متعلق اہلسنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ ہر صحابیِ رسول ﷺ کو عادل، متقی، ثقہ، دنیا کی طلب سے پاک اور اسلام کی خیر خواہی چاہنے والا تسلیم کیا جائے اور ان میں سے کسی صحابی کے متعلق سوئے ظن رکھنا حرام اور ایمان پر نقب زنی کرنے کے مترادف ہے۔

ان حضرات کے مابین جو اختلاف اور حروب و قوع پذیر ہوئے وہ سب کے سب اجتہاد پر مبنی تھے جس وجہ سے ان میں سے ہر ایک خود کو حق پر اور مدِ مقابل کو خطا پر سمجھتا تھا لیکن مقصد سب کا اسلام کی بقاء تھا، دنیوی لالچ اور منصب کا خواہاں ان میں سے کوئی نہ تھا۔ آخر کیوں نہ ہو کہ ان کی تربیت اس اعلیٰ ہستی نے فرمائی تھی کہ جن سے بڑھ کر عظیم مربی و معلم کوئی ہو ہی نہیں سکتا یعنی اللہ پاک کے آخری نبی، حضرت محمد ﷺ۔

نبی کریم ﷺ کی صحبت اور آپ کی نگاہِ لطف و عنایت نے ان حضرات کے دلوں کو دنیا اور اس کی محبت سے ایسا پاک فرمایا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔

لہٰذا ان میں سے کسی کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ ان کو دنیا کی لالچ تھی، در حقیقت نبی کریم ﷺ کی تربیت پر اعتراض کرنا ہے اور یہ ایمان کے منافی ہے۔

اہلسنت و جماعت کے عقیدے کے مطابق ان ہستیوں کے مشاجرات میں مولیٰ علی رضی اللہ عنہ حق بجانب تھے اور باعتبارِ حدیث دو اجر پا گئے جبکہ ان کے مدِ مقابل اجتہادی خطا پر تھے اور ایک اجر کے مستحق ہوئے۔

جیسا کہ فتح الباری لابن حجر میں ہے:

واتفق أهل السنة على وجوب منع الطعن على أحد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من ذلك، ولو عرف

المحق منهم؛ لأنهم لم يقاتلوا فى تلك الحروب إلا عن اجتهاد، وقد عفا الله تعالى عن المخطئ فى الاجتهاد، بل ثبت أنه يؤجر أجراً واحداً، وأن المصيب يؤجر أجرين. (کتاب الفتن باب إذا التقی المسلمان، ۱۳/ ۴۳)

ترجمہ: اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کے مابین واقع ہونے والے حوادث کی بنا پر ان میں کسی بھی صحابی پر طعن و تشنیع سے اجتناب واجب ہے، اگر چہ یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں صحابی کا موقف موقفِ حق تھا؛ کیوں کہ انہوں نے ان لڑائیوں میں صرف اپنے اجتہاد کی بنا پر حصہ لیا اور اللہ نے مجتہد مخطی کو معاف فرمادیا ہے، بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ مجتہد کے اجتہاد میں خطا ہو جائے تب بھی اسے ایک گنا اجر ملے گا، اور جس کا اجتہاد درست ہو گا اسے دو گنا اجر ملے گا۔

مشاجراتِ صحابہ میں پڑنے کا نقصان

مشاجراتِ صحابہ میں پڑنے کے متعدد نقصان ہیں جن میں سے چند ملاحظہ فرمائیں:

1۔ قرآن کی تکذیب

قرآن میں بے شمار مقامات پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان و عظمت بیان کی گئی ہے اور ان کے قطعی جنتی ہونے کا اعلان کیا گیا ہے جبکہ تاریخ کے کالے صفحات کے مطابق وہ حضرات (معاذاللہ) دنیوی جاہ و حشمت کے طلبگار تھے اور ہوسِ منصبِ دنیا کی وجہ سے آپس میں دست و گریباں ہوئے، حالانکہ یہ سراسر قرآنِ پاک کی تکذیب ہے کہ قرآن جن حضرات کے قصیدے سناتا ہے وہ دنیا دار تھے اور دین سے بیزار تھے۔ (معاذاللہ)

حاشاللہ! قرآن سچا، میرے نبی ﷺ کے صحابہ سچے، جو ان کو برا کہے، جہنم میں جائے!

2۔ توہینِ نبی ﷺ

ایک تعلیمی ادارے کے طلباء جب کسی نازیبا حرکت کا ارتکاب کریں تو اساتذہ کی تربیت پر حرف ضرور آتا ہے، تو جن ہستیوں کی تربیت معلمِ اعظم ﷺ نے فرمائی ہو ان کے متعلق یہ سوچا بھی کیسے جا سکتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے وصالِ اقدس کے بعد ہر طرح کی تعلیم و تربیت کو پسِ پشت ڈال کر دنیا و کفر میں پڑ گئے۔ (معاذاللہ) یہ دراصل نبی کریم ﷺ کی تربیت پر انگلی اٹھانا ہے اور آپ ﷺ کی توہین ہے، اور جو توہینِ نبی ﷺ کا

مرتکب ہو وہ کب صاحبِ ایمان ہو سکتا ہے؟

3۔ دینِ اسلام کی بنیادوں کو گرانا

یہ بات ہر ذی شعور جانتا ہے کہ ہم تک اسلام اصحابِ رسول ﷺ کے واسطہ سے پہنچا ہے۔ اگر درمیان سے ان نفوسِ قدسیہ کو ہٹا دیا جائے تو تمام آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبوی سے اعتبار اٹھ جائے گا اور جب اصولِ اسلام (قرآن و حدیث) ہی قابلِ اعتماد نہ رہے تو اسلام کس چیز کا نام رہا؟

پس جو مشاجراتِ صحابہ کو بنیاد بنا کر اصحابِ رسول ﷺ کو (معاذ اللہ) دنیا دار اور فساق و فجار ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ درحقیقت دینِ اسلام کی بنیادوں کو منہدم کرنے کی ناپاک و نامراد سعی کرتے ہیں۔ (خذلهم الله تعالیٰ فی الدنیا والآخرة)

آخر میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدثِ بریلی علیہ الرحمۃ کی اس بارے میں نصیحت ملاحظہ فرمائیں:

مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ (یہ) سب حضرات آقائے دو عالم ﷺ کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں، خدا و رسول کی بارگاہوں میں معظم و معزز اور آسمانِ ہدایت کے روشن ستارے ہیں "اصحابی کالنجوم"۔

بالجملہ ارشاداتِ خدا اور رسول عزّ مجدہ و ﷺ سے (اس پاک فرقہ اہلِ سنّت و جماعت نے اپنا عقیدہ اور) اتنا یقین کر لیا کہ سب (صحابہ کرام) اچھے اور عدل و ثقہ، تقی، نقی ابرار (خاصانِ پروردگار) ہیں۔

(فتاویٰ رضوی، ج29، ص359)

مُومنیں پیشِ فتح و پسِ فتح سب
اہلِ خیر و عدالت پہ لاکھوں سلام
جس مسلماں نے دیکھا انہیں اک نظر
اس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام
جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی
ان سب اہلِ محبت پہ لاکھوں سلام

اللہ پاک ہمیں اصحاب و آلِ محمد ﷺ کا ہمیشہ باادب رکھے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ

تاریخ صحابہ مسخ کرنے والی کتب (قسط:01)

از: مولانا احمد رضا مغل

آج کل بلکہ طویل عرصے سے عشق، پیار، محبت، دوستی، وقت کی قدر، اقوال زریں کے طور پر خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی جانب کئی اقوال منسوب کیے جاتے اور حوالے میں "نھج البلاغہ" نامی کتاب آتی ہے۔ آیئے اس کتاب سے متعلق کچھ پڑھتے ہیں، کیا یہ کتاب مستند ہے اور اس میں موجود اقوال سوشل میڈیا پر سینڈ کر سکتے ہیں؟

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ مصنف کتاب (نھج البلاغہ) کے تعارف میں فرماتے ہیں: هو جامع كتاب نهج البلاغة المنسوبة ألفاظه إلى الإمام على رضى الله عنه، ولا أسانيد لذلك، وبعضها باطل، وفيه حق، ولكن فيه موضوعات۔ مرتضی علی بن حسین کی کتاب نہج البلاغہ میں جن الفاظ کی نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف کی گئی ہے اسکی کوئی سند موجود نہیں ہے اور اکثر الفاظ باطل ہیں، کچھ صحیح اور کچھ من گھڑت باتیں ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ج 17 ص 589)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب "میزان الاعتدال" میں لکھتے ہیں کہ الشريف المرتضى المتكلم الرافضى المعتزلى، صاحب التصانيف... وهو المتهم بوضع كتاب نهج البلاغة، وله مشاركة قوية فى العلوم، ومن طالع كتابه نهج البلاغة جزم بأنه مكذوب على أمير المؤمنين على رضى الله عنه

شریف مرتضیٰ جو کہ متکلم، رافضی، معتزلی اور صاحب تصانیف تھا۔ اور کتاب "نھج البلاغہ" گھڑنے کے ساتھ متہم ہے اسکو علوم عقلیہ پر کافی مہارت تھی، جو بندہ اس کی کتاب نھج البلاغہ کا مطالعہ کرے گا وہ یقین کر لے گا کہ یہ کتاب (اس میں لکھی باتیں) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر جھوٹ اور افتراء ہے۔ (میزان الاعتدال، ج 3، ص 124)

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: احاديث الملاحم وما يكون من الحوادث أكثرها موضوع، وجلها مصنوع، كالكتاب المنسوب إلى دانيال، والخطب المروية عن على بن أبي طالب

مختلف چیزیں جیسے دانیال علیہ السلام کی کتاب اور حضرت علی کے خطبے (نہج البلاغہ) یہ سب من گھڑت ہیں.

(الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، ج2ص161)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شریف مرتضی کو اس کتاب کا گھڑنے والا متہم کہا جاتا ہے جو شخص اس کا مطالعہ کرے گا یقین سے کہے گا کہ یہ سب کچھ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم پر جھوٹ ہے اور اس کی اکثر باتیں غلط ہیں۔(لسان المیزان، ج4، ص223)

شیخ عفیف الدین الیافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وللمرتضى تصانيف على مذهب الشيعة، ومقالة في أصول الدين، وله ديوان شعر كثيرة، وقد اختلف الناس في كتاب نهج البلاغة المجموع من كلام علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه، هل هو جمعه أو جمع أخيه الرضي وقد قيل: إنه ليس من كلام علي، وإنما أحدهما هو الذي وضعه ونسبه إليه. والله تعالى أعلم

مصنف مرتضی کی مذہب شیعہ کے بارے میں لکھی گئی کتابیں اور اشعار کے دیوان ہیں، لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ نہج البلاغہ اس نے لکھی ہے یا اس کے بھائی رضی نے؟ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حضرت علی کے فرامین نہیں ہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک نے اسے گھڑا ہے اور اس کی نسبت مولی علی کی طرف کر دی۔ واللہ اعلم۔

(مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، ج3ص43)

یقیناً ان محدثین کے اقوال کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ کتاب گھڑی گئی ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں اور جب اس کتاب کی کوئی حیثیت نہیں تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی جانب اقوال منسوب کر کے سوشل میڈیا پر پھیلانا کس قدر درست ہو گا جو شیر خدا رضی اللہ عنہ نے کہے ہی نہیں!!!!

حدیث شریف میں ہے: عن سفيان بن أسيد الحضرمي، قال: سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم يقول: كبرت خيانة أن تحدث أخاك حديثا هو لك به مصدق، وأنت له به كاذب

ترجمہ: ”یہ ایک بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایسی بات بیان کرو، جس حوالے سے وہ تجھے سچا سمجھتا ہے، حالانکہ تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔“ (سنن ابی داؤد، باب فی المعاریض، ج7، ص327، ط؛ دار الرسالۃ العالمیۃ)

لہذا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی جانب منسوب مستند اقوال ہی لکھے اور بتائے جائیں۔

حدیث کو ماننا کیوں ضروری ہے؟

از: صاحبزادہ مفتی وجیہ الحسن بندیالوی

اس زمین پر دین کا تنہا ماخذ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات والا صفات ہے۔ آپ ہی کی ذات مبارکہ ہے جس کے ذریعے ہمیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت قرآن مجید کی صورت میں ملی، اور آپ ہی کی سنت مبارکہ کے ذریعے ہماری جسمانی و روحانی تطہیر کا اہتمام کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے میں ہمارے لئے تفصیلی معلومات کا واحد ذریعہ حدیث ہے۔ احادیث اور اس سے متعلق معلومات کی تدوین امت مسلمہ کا ایسا کارنامہ ہے جو اس سے پہلے کسی اور قوم نے انجام نہیں دیا۔

جناب سرور کائنات، فخر موجودات، شفیع المذنبین، خاتم النبیین، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وبناتہ واتباعہ اجمعین کے بے شمار معجزات میں سے ایک بڑا معجزہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو کے معاملات تاریخ کے ریکارڈ میں موجود بھی ہیں اور محفوظ بھی۔ آپ جناب نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کے بچپن سے نہیں ولادت سے نہیں ولادت سے پہلے کے حالات سے لے کر حضور ﷺ کے وصال تک کسی لمحے کے معاملات معلوم کرنا چاہیں آپ کو تاریخ کے ریکارڈ پر ملیں گے۔ یہ جناب نبی کریم ﷺ کے معجزات میں ایک بڑا معجزہ ہے، اسلام کی صداقت کی دلیلوں میں سے ایک بڑی دلیل ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قربانیوں اور محنت میں سے ایک بڑی محنت ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا کمال یہ ہے، ان کا کارنامہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی باتیں محفوظ کی ہیں، باتوں کے ساتھ ماحول محفوظ کیا ہے کہ یہ سفر کی بات ہے، یہ حضر کی بات ہے، یہ مکہ کی بات ہے، یہ خیبر کی بات ہے، اور ساتھ باڈی لینگویج بھی محفوظ کی ہے کہ یہ حضور ﷺ نے ہنستے ہوئے فرمایا تھا، یہ جلال میں فرمایا تھا، یہ حضور ﷺ نے ہونٹ ہلاتے ہوئے فرمایا تھا، یہ کھجوریں کھلاتے ہوئے فرمایا تھا، پوری کیفیات بھی محفوظ کی ہیں۔ صحابہ کرام نے ماحول کا فرق بھی محفوظ رکھا ہے۔ یہ بات گھر میں کی تھی، گھر والوں سے پوچھو۔ یہ جنگ میں فرمائی تھی، لڑائی

والوں سے پوچھو۔ یہ مذاکرات میں کی تھی، مذاکرات والوں سے پوچھو۔ یہ اصحاب میں بیٹھ کر فرمائی تھی، اصحاب سے پوچھو۔

اسماء الرجال ایک مستقل فن ہے، کسی قوم کے پاس نہیں ہے، حدیث کے علوم میں ایک علم ہے "اسماء الرجال "راویوں کے نام۔ لاکھوں لوگوں کی زندگیوں کے حالات محفوظ ہو گئے اس لیے کہ ان کا نام حضور ﷺ کی کسی حدیث کی سند میں آتا ہے۔ فلاں جگہ پیدا ہوا تھا، فلاں خاندان ہے، فلاں کام کرتا تھا، اس کی عادتیں یہ تھیں، مزاج یہ تھا، ماحول یہ تھا۔ محدثین نے نہ صرف محفوظ کیا ہے بلکہ اسکین بھی کیا ہے کہ یہ ایسا بندہ تھا، سچ زیادہ بولتا تھا جھوٹ کم بولتا تھا، بولتا تھا یا نہیں بولتا تھا، اس کی عادتیں یہ تھیں، یہ بے پرواہ آدمی تھا یا ذمہ دار آدمی تھا، اس کا پورا بائیوڈیٹا۔ اور ہزاروں نہیں لاکھوں انسان۔ چھٹی صدی کے، چوتھی صدی کے، تیسری صدی کے، پانچویں صدی کے۔

نبی کریم ﷺ کے ارشادات، حضور ﷺ کے معمولات، حضور ﷺ کی کیفیات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جس اہتمام کے ساتھ محفوظ کیے ہیں اور امت کے محدثین نے ان کی درجہ بندی کر کے ان کی اسکریننگ کر کے جو کھرا کھوٹا سب واضح کیا ہے یہ اسلام کی صداقت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے، حضور ﷺ کے معجزات میں سے ایک بڑا معجزہ ہے، اور اس کو "علمِ حدیث" کہتے ہیں۔

علمِ حدیث کا چراغ حیاتِ رسول ﷺ کے ساتھ ہی روشن و تاباں ہوا ہے۔ حدیثِ رسول ﷺ کبھی قول سے ظاہر ہوئی اور کبھی فعلِ رسول ﷺ سے حجت بنی اور کبھی حالِ رسول ﷺ سے امت کے لیے برہان بنی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے ذریعے پوری امت کو حدیث کے ساتھ تمسّک کی تعلیم دی ہے اور حدیثِ رسول ﷺ میں مشغول ہونے والوں کو بالخصوص اور عام امت کو بالعموم تبلیغِ حدیث کا حکم دیا ہے اور علمِ حدیث میں مشغول رہنے والوں کو خاص قلبی دعائیں دی ہیں۔ ارشاد فرمایا:

نَضَّرَ اللهُ اِمْرأً سَمِعَ مَقَالَتِیْ ووعاها و اداها

"اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے میری بات کو سنا اور پھر اسے یاد رکھا اور اسے آگے پہنچایا۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے " نَضَّرَ اللهُ "کے کلمات کے ساتھ اس علم کے آخری راوی سے لے کر مروی عنہ، سامع سے لے کر مسموع، شاہد سے لے کر مشہود، طالب سے لے کر عالم تک سب کو سدا خوش و

خرم رہنے، ہمیشہ آباد و شاد رہنے اور دائماً اللہ کی نعمتوں سے معمور رہنے کی دعا دی ہے۔ "سَمِعَ مَقَالَتِیْ" میں علمِ حدیث کی ہر نوع شامل کر دی ہے۔ دوسری روایت میں فرمایا:

نَضَّرَ اللہُ سَمِعَ مِنَّا حَدِیْثًا فحفظه حتی یبلغه۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے مجھ سے کسی حدیث کو سنا اور اسے یاد رکھا پھر اسے دوسروں تک پہنچا دیا۔

علم حدیث کی نشر و اشاعت، اس کا فروغ، تعلیم اور ابلاغ مضبوط اور ثقہ روایات پر قائم ہے۔ صحابہ کرام کا سب سے بڑا تعارف یہ ہے کہ وہ پیکرِ عمل تھے، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر حکم کے عامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے علم کے پھیلاؤ اور بڑھاؤ کی عقلی حکمت کو بیان کیا ہے اور تبلیغِ حدیث میں کار فرما علّتِ بالغہ کو بھی واضح کیا ہے۔ مختلف احادیث میں اس کی توجیہ یوں واضح کی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَرُبَّ مبلغ اوعی من سامع

"پس بہت سے لوگ جن تک حدیث کو پہنچایا گیا ہے، وہ حدیث روایت کرنے والے سے زیادہ حدیث سے اخذ و استدلال اور حفظ کی صلاحیت رکھنے والے ہوتے ہیں۔"

دوسری روایت میں اس تبلیغِ حدیث کی حکمت فقہ الحدیث کو بیان کیا ہے۔ آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَرُبُّ حاملٍ فقه الیٰ من هو افقه منه

"بعض لوگ جن تک روایت پہنچائی گئی ہے، وہ روایت کرنے والے سے زیادہ سمجھ بوجھ کے مالک ہوتے ہیں"

اس حدیث میں راوی حدیث کو حاملِ فقہ کہا گیا اور جس تک حدیث پہنچائی گئی ہے، اس کو اس راویِ حدیث سے زیادہ فقہی فہم و فراست رکھنے والا اور اس سے زیادہ روایت و حدیث کی فقاہت اور علمیت رکھنے والا بیان کیا گیا ہے۔

دورِ نبوی ﷺ میں تعلیم حدیث کا منہج

رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے عظیم اور تاریخ ساز اجتماع میں موجود ہر شخص کو اس مجلس سے غیر موجود تک اپنی حدیث کی تبلیغ و ابلاغ کا تاکیدی حکم دیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فلیبلغ الشاهد الغائب۔ "تم میں سے ہر حاضر شخص میرے اس پیغام کو ہر غائب تک پہنچا دے۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں صراحتاً رسول اللہ ﷺ نے ہر شاہد کو ہر غائب تک حدیث روایت کرنے کا حکم جاری کیا ہے۔ اسی حکمِ رسول ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اپنی حیات میں مکمل ایمانی جذبے کے ساتھ اختیار کیے رکھا۔ تابعین کا زمانہ آیا تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا اور اپنے قول و فعل کو اُن کے اسوۂ کے تابع کیا۔ تبع تابعین نے تابعین کے نقوشِ پا سے اور اُن کے طریقِ حیات سے نعمتِ علم کی روشنی پائی اور یوں درجہ بدرجہ یہ سلسلہ تاریخِ اسلام کے مختلف ادوار میں اپنا علمی اور تحقیقی سفر طے کرتا رہا۔

تبلیغِ حدیث کی تعلیم و تاکید کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے صحت و ثقاہتِ حدیث کا اہتمام اور حدیث کی روایت کے لیے اس امر کی دائمی حفاظت کا انتظام کرنے کے لیے پوری امت کو یوں راغب کیا ہے:

ان کذباً علی لیس ککذب علی احد، من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار

"مجھ پر جھوٹ باندھنا ایسا نہیں ہے جیسا کسی عام فرد پر جھوٹ باندھنا۔ جو میرے متعلق جان بوجھ کر جھوٹ بولے، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔"

دوسری روایت میں آپ ﷺ کی طرف جھوٹ کا انتساب کرنے والے کو ساقط الاعتبار و بے اعتماد ٹھہرایا ہے اور اس کا شمار کاذبین اور مجہولین لوگوں میں کیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

من حدث عنی حدیثاً وھو یری انہ کذب فھو احد الکاذبین۔

"جس نے میری طرف منسوب کرکے کوئی حدیث بیان کی اور وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ہے۔"

مذکورہ بالا تمام روایات سے تبلیغِ حدیث کے لیے صحت و ثقاہت کے راہنما اصول و ضابطے جہاں رسول اللہ ﷺ نے بیان کر دیئے ہیں، وہاں آپ ﷺ کی طرف منسوب کی جانے والی موضوع روایات سے بھی متنبہ اور خبردار کر دیا گیا ہے۔ ائمہ حدیث اور ائمہ اصولیین نے اصولِ حدیث کے اخذ و استنباط میں معیارِ صحت اور ثقاہتِ روایت و درایت کے سارے ضابطوں اور اصولوں کا اہتمام کیا تھا۔

علمِ حدیث کے فروغ کا ارتقائی سفر

رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ضبط بالصدر کے ذریعے محفوظ کیا، صحابہ کرام

علیہم الرضوان جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنتے تھے اس کو اپنے ذہن و قلب اور سینے و دماغ میں محفوظ کر لیتے تھے اور اگر کسی کو احادیث ضبط کرنے میں رکاوٹ پیش آتی تو دعائے رسول ﷺ سے مرضِ نسیان کا علاج کرا لیتا۔ اس سلسلہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام احادیث کو لکھا بھی کرتے تھے۔ ایک انصاری صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنے حافظے کی خرابی اور کمزوری کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا: "استعن بيمينك على حفظك"

"اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے لکھنے کی طرف اشارہ کیا۔"

ایک اور حدیث مبارکہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے احادیث کو یاد کرنے اور لکھنے کے مسئلے کو واضح کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں: "مامن اصحاب رسول الله ﷺ احداً اكثر منى الا ماكان من عبد الله بن عمرو بن العاص فانه كان يكتب ولا اكتب۔"

"حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے سوا صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ احادیث محفوظ کرنے والا نہیں تھا کیونکہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔"

غرضیکہ حضرت ابوہریرہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت عمرو بن العاص، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور دیگر کثیر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس انفرادی طور پر بہت زیادہ ذخیرہ حدیث کتابت شدہ صحائف کی شکل میں موجود تھا، جن سے جماعت تابعین، تبع تابعین اور بعد کے اہلِ علم نے خوب استفادہ کیا ہے۔ علم حدیث کی تدوین و تحقیق اور تصحیح و توثیق کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ و عمل ایک مینارہ نور تھا جو بعد کے سارے زمانوں میں ائمہ و محدثین کی ذواتِ اقدس اور ان کے کردار و سیرت میں ایک مضطرب روح کی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرب کے تپتے ہوئے صحراؤں کو تلاشِ حدیث کے لیے ایک ایک مہینے کی مسافت کر کے طے کیا ہے، صرف اتنی بات کی خاطر کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف کوئی غیر مصدقہ بات منسوب نہ ہو جائے۔

علم حدیث کا یہ سفر صحابہ کرام کے بعد تابعین نے بھی ان ہی جذبوں کے ساتھ آگے بڑھایا۔ حضرت عمر بن

عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے حکومتی سطح پر اور امام محمد بن شہاب زہری نے عوامی سطح پر علم حدیث کو بہت زیادہ فروغ دیا۔

اب احادیث: "قیدوا العلم بالکتابہ" (علم کو ضبط تحریر میں لاؤ) کے حکم کی پیروی میں دفاترِ زہری، کتبِ ابی بکر، ابواب الشعبی اور رسائلِ سالم کے ناموں کے ساتھ مدون ہونے لگیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے سب کی سب احادیث کے جمع کرنے کو ایک حکومتی تحریک بنا دیا اور یہ صریحی حکم تمام اہل علم کو سب بلادِ اسلامی میں جاری کیا:

انظروا الی حدیث رسول اللہ فاجمعوہ

"احادیث نبویہ کو خوب تلاش کرو اور انہیں جمع کر دو۔"

جس کے نتیجے میں کتب جوامع، کتب موطا، کتب السنن اور کتب المسانید لکھی گئیں، غرضیکہ علمِ حدیث عہدِ تدوین سے گزر کر عہد ترتیب میں آیا اور پھر اس سے آگے عہدِ انتخاب میں آیا اور پھر اس کے ساتھ ساتھ مختلف علومِ حدیث میں ائمہ فن کی اجتہادی کاوشیں منصہ شہود پر آتی رہیں، عدالتِ صحابہ کرام پر تمام امت کا اجماع ہوا۔

بعد ازاں متنِ حدیث کو سندِ حدیث کی صحت کی اساس پر مختلف مدارج میں مانا گیا۔ سند حدیث کو یہ بنیاد رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے حاصل ہوئی:

عن النبی قال یا ابن عمر! دینك دینك انما هو لحمك و دمك فانظر عمن تاخذ و خذ عن الذین استقاموا ولا تاخذ عن الذین مالوا۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ! تمہارا دین، تمہارا دین ہے، بے شک وہ دین تمہارا گوشت اور خون ہے۔ اس بنا پر تم غور کیا کرو کہ اپنا دین کس سے لے رہے ہو اور اپنا دین اُن لوگوں سے لو جو ثابت قدم رہیں اور اپنا دین اُن لوگوں سے نہ لو جو پھر جائیں۔"

اسی حدیثِ مبارکہ سے اخذ کرتے ہوئے امام محمد بن سیرین نے سندِ حدیث کے بارے میں کہا:

ان هذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم۔

علم السند، علم دین ہے، پس تم ضرور دیکھا کرو کہ تم کس شخص سے اپنا دین لیتے ہو۔"

اسی بات کو عبد اللہ بن مبارک نے یوں کہا:

الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء

سندِ حدیث امورِ دین میں سے ہے، اگر اسناد نہ ہوتیں تو ہر کوئی اپنی مرضی سے جو چاہتا کہتا پھرتا۔"

ان ہی اقوال کی بنا پر علمِ حدیث اپنے ارتقائی سفر میں فنِ اسماء الرجال میں ڈھلتا ہے:

هو یعرف رواة الحدیث من حیث انهم رواة الحدیث۔

"(فنِ اسماء الرجال) وہ علم ہے جو رواۃ حدیث کو بطورِ راویِ حدیث متعارف کراتا ہے۔"

اسی علم کے ذریعے "معرفۃ الصحابہ"، "کتبِ طبقات"، "کتب التواریخ"، "رجال کتب الصحاح الستہ"، "کتب الجرح والتعدیل" اور دیگر کتب تصنیف کی گئیں۔ ان سب کا مقصد سند حدیث کی صحت کا اہتمام و انتظام کرنا تھا کہ سندِ حدیث ہر معیارِ صحت، معیارِ ثقاہت اور معیارِ استناد پر پوری اترے۔

حدیث کی اہمیت

جس طرح قرآن کریم ہمارے لئے حجت ہے اسی طرح حدیث بھی حجت ہے، قرآن کی رو سے حضور اکرم ﷺ کے فرمان کی کیا حیثیت اور اہمیت ہے کچھ آیات سے جائزہ لیتے ہیں۔

(1) اسوہ رسول ﷺ امت کے لئے ذریعہ رہنمائی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

تَرجَمۂ کنز الایمان: بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔(سورہ الاحزاب، آیت: 21)

قرآن کریم کی عملی تفسیر سیرت مصطفی ﷺ میں ہے، مسلمان کو ہر معاملے میں رہنمائی اسوہ رسول ﷺ سے ملتی ہے۔

(2) اتباع رسول ﷺ ایمان کی نشانی:

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور قرآن پر ایمان لانے والوں کو نبی کریم ﷺ کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ یعنی ایمان کی

تکمیل رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اتباع سے ہوتی ہے۔

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ(۱۵۸)﴾

تَرجَمۂ کنزالایمان: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اُس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔(الاعراف:158)

(3)رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی۔

اگر کوئی شخص حضور اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق نہیں چلتا تو وہ قرآن اور آپ ﷺ کی خلاف ورزی کرتا ہے:

﴿وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾

تَرجَمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔(سورہ حشر:7)

(4)اطاعتِ رسول ﷺ فرض ہے:

اللہ تعالی نے اہل ایمان سے مخاطب ہو کر جہاں اپنی اطاعت کو لازم قرار دیا وہیں اپنے پیارے نبی ﷺ کی اطاعت بھی لازم قرار دی، اس لئے اگر کوئی قرآن پر ایمان رکھے مگر حدیث کا انکار کردے تو یہ حکمِ الٰہی سے روگردانی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾

تَرجَمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔(النسآء:59)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کن علوم میں انسان کو مہارت حاصل کرنی چاہیے؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ جو شخص اصول فقہ اور اصول حدیث میں مہارت حاصل کرلے تو گمراہی سے محفوظ رہے گا۔(ملفوظات اعلیٰ حضرت)

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیان ہے جس کا بیاں نہیں

دین اسلام میں حدیث نبوی ﷺ کی اہمیت و مرتبہ کسی شخص پر مخفی نہیں ہے اور قران پاک نے خود اس کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

﴿بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (۴۴)﴾

ترجمہ کنزالایمان: روشن دلیلیں اور کتابیں لے کر اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔(پارہ14، سورۃ النحل، آیت:44)

اس آیت کے سے واضح ہوتا ہے کہ سنت کا دامن تھامنا بہت ضروری ہے۔

صحابہ کرام علیہمُ الرِّضوان اپنے پیارے آقا ﷺ کی احادیث مبارکہ کو زبانی یاد کرتے اور بعض صحابہ کرام احادیثِ مبارکہ کو لکھا بھی کرتے تھے۔(منہج النقد فی علوم الحدیث ص48، مطبوعہ دار الفکر)

عقلی دلیل:

منکرین حدیث خود سنت کو قبول کرتے ہیں اور خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ نماز کی کیفیت، رکعتیں، زکوٰۃ کا نصاب اور اس کی مقدار وغیرہ بہت سے ایسے احکام ہیں جن پر قرآن پاک سے کوئی واضح دلیل موجود نہیں اور یہ چیزیں حضور علیہ السلام کی احادیث سے ہی معلوم ہوتی ہیں۔(منہج النقد فی علوم الحدیث ص34، مطبوعہ دار الفکر)

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ علیہ نے تدریب الراوی میں فرمایا: علمِ حدیث اشرف العلوم ہے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات کے ساتھ تعلق اور رابطہ کا موجب ہے، اس علم میں حضور ﷺ کے اقوال و افعال سے بحث کی جاتی ہے، اس کے اشرف العلوم ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ باقی علوم شرعیہ کے لئے اس کی طرف ضرورت واقعی ہوتی ہے، علمِ فقہ میں اس کی طرف احتیاج ظاہر ہے اور علم تفسیر میں حدیث کی طرف ضرورت اس لئے ہے کہ جب تک رسول اللہ کے فعل و قول پر نظر نہ کی جائے کلام الہی سے مراد خداوندی ظاہر نہیں ہوتی یعنی قرآن کا علم حدیث کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، اور معنی کو جانے بغیر عمل ممکن نہیں اس لئے تفسیر قرآن اور عمل بالقراٰن دونوں کا مدار حدیث پر ہے، علم حدیث علم تفسیر پر مقدم اور اس سے اشرف ہے۔

شرافت و فضیلت علم حدیث کی ایک یہ بھی ہے کہ ہر علم کی فضیلت موضوع کی فضیلت کے باعث ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ علم حدیث کا موضوع ذاتِ رسول اللہ ﷺ ہے اور خود رسول اللہ ﷺ افضل الخلق ہیں لہذا علم

حدیث بھی افضل العلوم قرار پائے گا۔

حدیث یاد کرنے کی فضیلت:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: * "نضر اللہ امراء سمع مقالتی فحفظھا و وعاھا و ادھا فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ " *ترجمہ: اللہ تعالیٰ خوشحال کرے اس آدمی کو جس نے میری بات سنی اور اس کو یاد رکھا اور دل کی گہرائیوں میں اسے محفوظ کر کے دوسرے تک پہنچادیا، کیونکہ بہت سے حامل فقہ غیر فقیہ ہوتے ہیں، اور بہت سے حامل فقہ اپنے سے بڑے فقیہ تک فقہ اٹھالے جاتے ہیں۔(مشکوۃ شریف، کتاب العلم، رقم الحدیث:214)

رسول اللہ ﷺ نے حدیث یاد کرنے کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من حفظ علی امتی اربعین حدیثا من امردینھا بعثہ اللہ فقیھا و کنت لہ ، یوم القیامۃ شافعاو شھیدا

ترجمہ: یعنی جو شخص ایسی چالیس حدیثیں جو احکام دین کے متعلق ہیں یاد کرے اور ان کی لوگوں میں تبلیغ کرے، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن شفاعت کرنے اور اس کے حق میں گواہ ہوں گا۔

(اتحاف السادۃ المتقین، جلد 1، ص75)

غرضیکہ احادیثِ رسول ﷺ کو یاد کرنا اور انہیں لوگوں تک پہنچانا ایسی فضیلت اور اجر و ثواب کا موجب ہے کہ ایسا شخص قیامت کے دن فقہاء کے گروہ میں اٹھایا جائے گا اور رسول پاک ﷺ اس کے لئے گواہ اور سفارش فرمانے والے ہوں گے، بشرطیکہ ایمان اور اخلاص کامل کے ساتھ ہو اور مرتے دم تک کوئی ایسا گناہ سرزد نہ ہو جس سے یہ نیکیاں ضائع ہو جائیں کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

انما الاعمال بالخواتیم

ضرورتِ حدیث:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانی معیشت کے اصول اور مبادیات اجمالا بیان فرمائے ہیں، جن کی تفسیر و تشریح احادیث نبویہ کے بغیر ممکن نہیں ہے نیز احکام کی عملی صورت بیان کرنے کے لیے اسوۂ رسول کی ضرورت

ہے۔ صلوۃ، زکوۃ، تیمم اور حج یہ محض الفاظ ہیں، لغت عربی ان الفاظ کے وہ معنی نہیں بتاتی جو شرع میں مطلوب ہیں، پس اگر احادیثِ رسول موجود نہ ہوں تو ہمارے پاس قرآن کریم کے معانی شرعیہ متعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔ (تذکرہ المحدثین، ص24)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے احکام کی اطاعت اور آپ ﷺ کے افعال کی اتباع قیامت تک کے مسلمانوں پر واجب ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ بعد کے لوگوں کو حضور ﷺ کے احکام اور آپ ﷺ کے افعال کا کس ذریعہ سے علم ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے، پس جب تک حضور ﷺ کی زندگی ہمارے سامنے نہ ہو ہم اپنی زندگی کو حضور ﷺ کے اسوہ میں کیسے ڈھال سکیں گے ؟

اور جب کہ ہمیں اسوۂ رسول پر اطلاع صرف احادیث سے ہی ممکن ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس طرح صحابہ کے لیے بنفس نفیس حضور اکرم ﷺ کی ذات ہدایت تھی، اسی طرح ہمارے لیے حضور ﷺ کی احادیث ہدایت ہیں۔ (تذکرۃ المحدثین، ص25)

رشد وہدایت:

اللہ تعالیٰ نے رشد وہدایت کے لیے صرف قرآن کو کافی قرار نہیں دیا، بلکہ قرآن کے احکام کے ساتھ رسول کے احکام کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع کو بھی لازم قرار دیا ہے، اور قرآن کے احکام کو جاننے کے لیے احادیث کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

احادیث شریفہ کو اگر معتبر نہ مانا جائے تو نہ صرف یہ کہ حضور کی دی ہوئی ہدایت سے ہم محروم ہوں گے، بلکہ قرآن کریم کی دی ہوئی ہدایت سے بھی ہم مکمل مستفید نہیں ہو سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے قرآن نازل فرمایا، لیکن اس کے معانی کا بیان اور اس کے احکام کی تعلیم حضور ﷺ کے سپرد کر دی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ !ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن کریم) نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کو بیان کریں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کیے گئے ہیں۔ (سورہ النحل:44)

﴿وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے۔(سورہ البقرہ:129)

حضور ﷺ جس طرح معانی قرآن کے مبین اور معلم ہیں اسی طرح آپ بعض احکام کے شارع بھی ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: رسول اللہ ﷺ پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

نوٹ: اب ہم چند سوالات کرتے ہیں مستشرقین وملحدین سے، غامدی حضرات سے کہ تم حدیث کو حجت نہیں مانتے جبکہ قرآن مجید کی تفہیم اس کے بغیر ممکن بھی نہیں اب آپ سمجھ سکتے ہیں تو ہمارا جواب دیں؟؟؟؟؟

منکرین حدیث سے سوالات

سوال نمبر1:

اگر احادیث حجت نہیں ہیں تو موضوع (جھوٹی، بناوٹی) احادیث کیوں گھڑی جاتی رہی ہیں؟

نقل تو اُسی کی بنائی جاتی ہے جس کی اصل کا کوئی مقام ہوتا ہے۔ مارکیٹ میں 1,000 کا نوٹ چلتا ہے، جب ہی تو نقلی نوٹ مارکیٹ میں چلایا جاتا ہے۔ اگر اصلی نہ چلتا ہو تو بتائیں کون بیوقوف ہے جو نقلی نوٹ بنائے۔ ہمارے ملک پاکستان میں فی الحال 10,000 (دس ہزار) کا نوٹ نہیں چلتا۔ بتائیں کیا کوئی دس ہزار کا جعلی نوٹ بنائے گا؟ نہیں بنائے گا کیونکہ دس ہزار کا نوٹ چلتا ہی نہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ جب احادیث شروع سے ہی دین سمجھی جاتی تھیں اسی وجہ سے ہی موضوع احادیث بنائی گئیں۔ اگر حدیث کو دین نہ سمجھا جاتا تو موضوع احادیث کیوں گھڑی جاتی رہیں؟

سوال نمبر2:

قرآن مجید کی 114 سورتیں ہیں، ان سورتوں کے نام کس نے رکھے ہیں؟

کیا قرآن نے خود ان سورتوں کے نام رکھے ہیں؟ اگر یہ نام قرآن نے رکھے ہیں تو کس پارے میں یہ نام موجود ہیں؟ یا یہ نام رسول اللہ ﷺ نے رکھے ہیں؟ اگر یہ نام رسول اللہ ﷺ نے رکھے ہیں تو کیا آپ ﷺ کے پاس اختیار تھا کہ اللہ عزّوجلّ نے بغیر نام کے سورتوں کو نازل کیا اور آپ نے اُن کے نام رکھ دیئے؟ یا پھر اللہ عزّوجلّ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ نے رکھے ہیں؟ بہر صورت حدیث حجت ہوگی۔

سوال نمبر3:

﴿مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَۃٍ اَوۡ نُنۡسِہَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡہَاۤ اَوۡ مِثۡلِہَا ؕ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (۱۰۶)﴾

ترجمہ کنزالایمان: جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔(سورۃ البقرۃ،106:2)

اس آیت قرآنی میں اللہ عزّوجلّ نے بتایا ہے کہ ہم جس آیت کو چاہیں منسوخ کر دیں۔ کیا قرآنی آیات منسوخ بھی ہوتی ہیں؟ کیا آیات کی منسوخی کے لئے کوئی آیت نازل ہوئی ہے کہ فلاں آیت اب منسوخ ہے یا پھر رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ فلاں آیت اب منسوخ ہے؟ اگر احادیث سے پتا چلا کہ فلاں آیت منسوخ ہے تو پھر یقیناً یہ ماننا پڑے گا کہ جس طرح قرآن حجت اور دین ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد بھی دین اور حجت ہے۔

سوال نمبر4:

﴿اَلۡحَجُّ اَشۡہُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ ۚ فَمَنۡ فَرَضَ فِیۡہِنَّ الۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوۡقَ ۙ وَ لَا جِدَالَ فِی الۡحَجِّ ؕ وَ مَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ یَّعۡلَمۡہُ اللّٰہُ ؕؔ وَ تَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَیۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰی ۫ وَ اتَّقُوۡنِ یٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ (۱۹۷)﴾

ترجمہ کنزالایمان: حج کے کئی مہینے ہیں جانے ہوئے تو جو ان میں حج کی نیت کرے تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو نہ کوئی گناہ نہ کسی سے جھگڑا حج کے وقت تک اور تم جو بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے اور توشہ (سفر کا خرچ) ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیز گاری ہے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو۔(سورۃ البقرۃ،197:2)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حج کے مہینے مقرّر ہیں، ''اَشْھُر'' جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جو کہ کم از کم 3 کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اب آپ قرآن سے بتائیے کہ حج کے کون کون سے مہینے ہیں؟ یا پھر اس آیت کو سمجھنے کے لئے بھی حدیث کی ضرورت ہے؟ تو پھر ماننا پڑے گا کہ احادیث بھی قرآن کی طرح دین کا حصہ ہیں۔

سوال نمبر5:

﴿وَ الَّذِیۡنَ یُتَوَفَّوۡنَ مِنۡکُمۡ وَ یَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا یَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِہِنَّ اَرۡبَعَۃَ اَشۡہُرٍ وَّ عَشۡرًا ۚ فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَہُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡکُمۡ فِیۡمَا فَعَلۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ (۲۳۴)﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں سے جو مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے

رہیں تو جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اے والیو (سرپرستوں) تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافقِ شرع کریں اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔(سورۃ البقرہ،2/234)

اس آیت میں اللہ رب العزت نے بتایا کہ جو عورتیں ایّامِ عدّت میں ہوں یعنی جن کے شوہر انتقال کر جائیں وہ " 4 مہینے اور دس " انتظار کریں۔ اب قرآن سے بتایئے کہ یہ "دس" کیا ہیں؟ چار مہینے اور دس دن؟ چار مہینے اور دس ہفتے؟ چار مہینے اور دس عشرے؟ چار مہینے اور دس سال؟ کیا قرآن نے اس کی وضاحت کی ہے؟ جب احادیث سے ہی اس کی وضاحت ہے تو مان لیں کہ حدیث حجّت ہے۔

سوال نمبر6:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۠(۵۹)﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں۔ پھر اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اگر اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس بات کو اللہ اور رسول کی بارگاہ میں پیش کرو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔(سورۃ النسآء:59)

قرآن نے کہا: اگر تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے (تو اگر تم اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو) تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو۔ اب ہم اس آیت پر عمل کیسے کریں کہ اپنے اختلافات کے حل کے لئے کس کی طرف رجوع کریں؟ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا مطلب قرآن کی طرف رجوع ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کا مطلب کیا احادیث کی طرف رجوع نہیں؟ پس ثابت ہوا کہ حدیث بھی قرآن کی طرح حجت ہے۔

سوال نمبر7:

﴿قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِیْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۱۴۵)﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ، جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، اُس میں کسی کھانے والے پر میں کوئی کھانا حرام

نہیں پاتا سوائے یہ کہ مردار ہو یا رگوں میں بہنے والا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو، کیونکہ وہ ناپاک ہے یا وہ نافرمانی کا جانور ہو جس کے ذبح میں غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو تو جو مجبور ہو جائے (اور اس حال میں کھائے کہ) نہ خواہش (سے کھانے) والا ہو اور نہ ضرورت سے بڑھنے والا تو بے شک آپ کا رب بخشنے والا مہربان ہے۔(سورۃ الانعام:145)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ فرما دیجئے کہ میں ان (4) چیزوں (مرا ہوا جانور، خنزیر، خون اور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے) کے سوا کسی چیز کو حرام نہیں پاتا۔ اب بتائیں، کیا صرف یہ چار چیزیں حرام ہیں اور کتا، بلی، گدھا، چیل، گیدڑ، بھیڑیا، چیتا، شیر، بندر، ریچھ وغیرہ وغیرہ باقی سب حلال ہیں؟ آج تقریباً سب لوگ مچھلی کھاتے ہیں جو کہ پانی سے نکلنے کے بعد فوراً مر جاتی ہے۔ اگر صرف قرآن ہی حجت ہے تو بتایئے کہ مچھلی حلال ہے یا حرام؟ اگر یہ کہا جائے کہ قرآن کی آیت سے سمندری جانور حلال ہیں۔ تو سمندری جانور جو زندہ ہوں وہ حلال ہے یا سمندری مرا ہوا جانور بھی حلال ہے؟ قرآن کی واضح آیت بتائیں، اِدھر اُدھر کی باتوں میں نہ الجھائیں۔ اگر آپ ان سوالوں کا جواب قرآن سے نہیں دے سکتے تو مان لیں کہ قرآن سمجھنے اور عمل کرنے کے لئے احادیث بھی ضروری ہیں۔

سوال نمبر 8:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًاؕ(۸۰)﴾

ترجمہ کنزالایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔(سورۃ النسآء:80:4)

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًاؕ(۲۱)﴾

ترجمہ کنزالایمان: بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔(سورۃ الاحزاب:21)

ان دونوں آیات سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی فرض ہے۔ اب بتائیں کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہم کس طرح کریں گے؟

اگر ایک شخص رسول اللہ ﷺ کو بہترین نمونہ سمجھے۔ پھر آپ کے طریقے پر عمل کرنا چاہے۔ تو وہ کیسے عمل

کرے گا؟ تو کیا رسول اللہ ﷺ کے راستے اور طریقے پر چلنے کے لئے احادیث کی ضرورت نہیں ہو گی؟ یقیناً ہو گی۔ پھر ماننا پڑے گا کہ احادیث پر عمل کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ تو مان لیں کہ احادیث دین کا لازمی جز ہیں۔

سوال نمبر 9:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا(۶۵)﴾

تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔(سورۃ النساء:4/65)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو دل سے تسلیم نہ کرے اور آپ ﷺ کو فیصلہ کرنے والا نہ مانے وہ مومن نہیں۔ اب بتائیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قسم اٹھا کر اس بات کی نفی فرمائی کہ جو رسول اللہ ﷺ کو فیصلہ کرنے والا نہ مانے اور آپ کے فیصلے پر دل سے راضی نہ ہو جائے، "وہ مومن نہیں ہے"؟ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ کہاں ملے گا؟ احادیث میں ہی ملے گا۔ اس آیت کی روشنی میں بھی ہم کو ماننا پڑے گا کہ احادیث دین ہیں۔

سوال نمبر 10:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ(۲۹)﴾

ترجمہ کنزالایمان: لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچے دین کے تابع نہیں ہوتے یعنی وہ جو کتاب دیئے گئے جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہو کر۔(سورۃ التوبہ:29)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اُن لوگوں کو قتل کرو جو اللہ عزّ و جلّ کے حرام کو حرام نہیں مانتے اور رسول اللہ ﷺ کے حرام کو حرام نہیں مانتے۔ اللہ کا حرام تو قرآن سے ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ کا حرام کیا ہے یعنی جسے رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہو؟ ماننا پڑے گا کہ احادیث بھی دین ہیں۔

سوال نمبر11:

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ﳔ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةًؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ(۳۶)﴾

ترجمہ کنزالایمان: بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں، جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو، اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو، جیساوہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔

(سورۃالتوبہ:36)

اس آیت میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد 12 ہے اور چار حرمت والے مہینے ہیں۔ اب بتائیں کتاب اللہ میں 12 مہینے کون کون سے ہیں؟ اور چار حرمت والے مہینے کون کون سے ہیں؟ اگر اس سوال کے جواب میں آپ حدیث لائیں گے تو مان لیں کہ حدیث حجّت ہے۔

سوال نمبر12:

﴿وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِؕ وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْۤ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِؕ وَ نُخَوِّفُهُمْۙ فَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا طُغْیَانًا كَبِیْرًا(۶۰)﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جب ہم نے تم سے فرمایا کہ سب لوگ تمہارے رب کے قابو میں ہیں اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو اور وہ پیڑ جس پر قرآن میں لعنت ہے اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو انھیں نہیں بڑھتی مگر بڑی سرکشی۔(سورۃ بنی اسرآءیل:60)

اس آیت میں ایک درخت کا ذکر ہے جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔ بتائیں کہ قرآن کی 114 سورتوں میں سے، کس سورت میں اِس درخت کے نام کے ساتھ لعنت کی گئی ہے؟ لعنت کے الفاظ کہاں ہیں؟ یا اس آیت کو احادیث کی مدد سے سمجھیں گے؟ اگر احادیث کی مدد سے سمجھیں گے تو ماننا پڑے گا کہ احادیث بھی دین ہیں۔

سوال نمبر13:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا(۵۶)﴾

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔(سورۃ الاحزاب:56)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ نبی ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجیں، کیا قرآن نے صلوٰۃ و سلام کا طریقہ بتایا؟ کب بھیجیں، نماز میں؟ دُعا میں؟ یا عام حالات میں؟ کن الفاظ سے بھیجیں؟ بغیر احادیث کے ہم قرآن پر عمل کیسے کریں؟

سوال نمبر14:

﴿اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَؕ(۱)﴾

ترجمہ کنز الایمان: اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔(سورۃ الکوثر:1)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں کوثر عطا کی۔ بتائیں کہ کوثر کیا ہے؟ جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو عطا کی۔ کیا کسی عورت کا نام ہے یا یہ کوئی اور چیز ہے؟ قرآن مجید سے جواب دیں۔

سوال نمبر15:

﴿اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِؕ(۱) اَلَمْ یَجْعَلْ كَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍۙ(۲) وَّ اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَۙ(۳) تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ۪ۙ(۴) فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ۠(۵)﴾

ترجمہ کنز الایمان: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا، کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں (فوجیں) بھیجیں کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی۔(پارہ30، سورہ فیل)

سوال نمبر16:

"بعض منکرین حدیث کہتے ہیں کہ ہم احادیث تو مانیں گے مگر وہ حدیث نہیں مانیں گے جو عقل میں نہ آئے۔ پہلا سوال یہ کہ ایک حدیث ایک آدمی کی عقل میں آتی ہے دوسرے کی عقل میں نہیں آتی، اب کس کی عقل کو معیار بنایا جائے گا؟ دوسرا سوال یہ کہ کیا عقل دین میں معیار (Standard) ہے؟ اگر نہیں تو یقیناً، معیار قرآن

ہے،(جو آپ کے اور ہمارے درمیان متفق علیہ معیار ہے) تو جو آیت ہماری عقل میں نہ آئے کیا ہم اُس کو تسلیم نہیں کریں گے؟ یقیناً تسلیم کریں گے تو اسی طرح جو احادیث صحیح سند سے ثابت ہوں چاہے وہ ہماری عقل میں آئیں یا نہ آئیں، ہم اُن کو تسلیم کریں گے۔ کثیر آیات قرآنی ہیں جو ہماری عقل کے خلاف ہیں مگر ہم اُنہیں تسلیم کرتے ہیں، دو مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

﴿قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ(۶۹)﴾

ترجمہ کنز الایمان: ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔(سورۃ الانبیاء،69)

﴿وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًاۚ-وَ قَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ٘-قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّاؕ-وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْؕ-اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُؕ-اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ(۱۰۰)﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور وہ سب اس کے لیے سجدے میں گرے اور یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بے شک اسے میرے رب نے سچا کیا اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرادی تھی بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔(سورہ یوسف:100)

اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا، حالانکہ آگ کا کام تو جلانا ہے، لیکن وہ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی؟ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں، کیا یہ بات عقل کے خلاف نہیں ہے؟

جناب یعقوب نے اپنے بیٹے یوسف کو سجدہ کیا، دونوں نبی ہیں، باپ نے بیٹے کو سجدہ کیا۔ کیا کوئی انسان، کسی انسان کو سجدہ کر سکتا ہے؟ اور اگر سجدہ کرنا ہی ہو تو بیٹا، باپ کو سجدہ کرے گا یا باپ، بیٹے کو عقل کہتی ہے کہ سجدہ کرنا ہی تھا تو بیٹا، باپ کو کرتا۔ جب چند ایسی آیات جو عقل میں نہیں آتیں، پھر بھی اُن کو تسلیم کرتے ہیں، تو وہ احادیث بھی قابل قبول ہیں جو صحیح ہیں، چاہے وہ عقل میں آئیں یا نہ آئیں۔

سوال نمبر17:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْؕ(۲)﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔(سورۃ الکوثر:2)

قرآن مجید میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، رکوع کرنے، سجدہ کرنے کا ذکر بھی قرآن میں آیا ہے، کھڑے ہونے کا بھی حکم موجود ہے، سوال یہ ہے کہ پہلے کھڑے ہوں یا پہلے رکوع کریں یا سجدہ کریں؟ اور کھڑے ہوں تو ہاتھ باندھ کر یا چھوڑ کر کھڑے ہوں؟ ہاتھ اگر باندھے جائیں تو کہاں باندھے جائیں؟ رکوع کرنے کا حکم ہے رکوع کا معنی جھکنا ہے۔ کہاں جھکیں، آگے جھکیں یا دائیں بائیں؟ رکوع کی حالت میں ہاتھ کہاں رکھیں؟ سجدہ کس طرح کریں؟ کون سے اعضاء کو زمین پر رکھیں؟ سجدہ ایک کریں یا دو؟ ان سوالات کا جو بھی جواب آپ دیں اس کا ثبوت قرآن سے دیں۔

اور اگر آپ قرآن سے ان سوالات کا جواب نہیں دے سکتے (اور یقینا نہیں دے سکتے) تو مان جائیں کہ قرآن پر عمل کرنے کے لئے حدیث کی ضرورت ہے اور حدیث بھی قرآن کی طرح دین کا حصہ ہے۔

اسی طرح زکوۃ ہے، یہ زکوۃ کب دی جائے گی؟ کیا ہر نماز کے ساتھ زکوۃ دی جائے گی؟ یا سال میں ایک مرتبہ دی جائے گی؟ کس حساب سے دی جائے گی؟ غلے پر کتنی اور سونے چاندی پر کتنی دی جائے گی؟ یہ سارے مسائل قرآن سے بتائیں؟ یہ سب مسائل قرآن سے ثابت نہیں، احادیث سے معلوم ہوتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ حدیث مانے بغیر قرآن پر بھی عمل نہیں ہو سکتا۔ انہی مثالوں پر دیگر مثالیں بھی بنا لیں، مثلاً: روزہ، حج، عمرہ، جمعہ کے احکام، مال غنیمت، چور کا ہاتھ، زانی کی سزا، وغیرہ۔

سوال نمبر18:

قرآن مجید جو ہمارے پاس موجود ہے، کیا اللہ رب العزت نے اسی طرح نازل کیا ہے یا یہ ترتیب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دی ہے؟ اگر یہ ترتیب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دی ہے تو کیا حدیث حجت نہ ہو گی؟ کہ ہم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دی ہوئی ترتیب کے مطابق تلاوت قرآن کرتے ہیں۔ کیا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس اختیار تھا کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب میں اپنی مرضی سے آیات کو ترتیب دیں یا یہ کام آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق کیا؟ تو پھر مان لینا چاہیئے کہ قرآن کے علاوہ بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر وحی نازل ہوتی تھی اور وہ بھی دین ہے جو احادیث صحیحہ کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر کوئی منکر حدیث یہ کہے کہ قرآن جس ترتیب سے ہمارے پاس موجود ہے اسی ترتیب سے اللہ نے نازل فرمایا ہے۔

تو سورۃ المائدۃ میں چھٹے پارے میں اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ﴾

ترجمہ کنزالایمان: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔(المآئدۃ:03)

آج ہم نے دین مکمل کر دیا، جب چھٹے پارے میں دین مکمل ہو گیا تو باقی پارے کیوں نازل کئے گئے؟ کیا کسی انکارِ حدیث کرنے والے کے پاس اس کا کوئی جواب ہے؟؟؟

سوال نمبر19:

منکرین حدیث، یہ فریب دیتے ہیں کہ ہم وہ احادیث نہیں مانیں گے جو قرآن کے خلاف ہوں گی، حالانکہ کوئی صحیح حدیث قرآن کے خلاف نہیں، یہ صرف ہماری کم علمی کا قصور ہے، دونوں میں تطبیق دے کر دونوں کو ماننا چاہئے۔ اگر یہی قانون قرآن پر رکھا جائے، یعنی دو آیات قرآنی ایک دوسرے کے خلاف محسوس ہوں تو ہم کیا کریں گے؟ یقیناً ہم دونوں کو تسلیم کریں گے کیونکہ دونوں درست ہیں۔ کیا ایک آیت کو تسلیم کر کے دوسری کو ضعیف کہہ کر ردّ کر دیں گے؟ یا دونوں کو تسلیم کریں گے؟ جب ہم دونوں کو تسلیم کرتے ہیں تو احادیث کے لئے ہم یہ فارمولہ کیوں نہیں اپناتے؟ قرآنی آیات دیکھیں۔

﴿وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚۛ كَذٰلِكَ ۚۛ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا (۳۲)﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور کافر بولے قرآن ان پر ایک ساتھ کیوں نہ اتار دیا ہم نے یونہی بتدریج اُسے اُتارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں اور ہم نے اُسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔(الفرقان:32)

﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ(۱)ۚۖ﴾

ترجمہ کنزالایمان: بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔(القدر:01)

ایک آیت میں فرمایا کہ یہ قرآن ایک ساتھ نازل نہیں ہوا۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ ہم نے اس کو ایک رات میں نازل کیا۔ اب ہم دونوں آیتوں میں تطبیق دے کر دونوں کو تسلیم کرتے ہیں، اسی قانون کے تحت ہم احادیث کو تسلیم کیوں نہیں کرتے؟

اللہ تعالیٰ سے ہم اپنے لئے اور تمام پڑھنے والوں کے لئے دُعا کرتے ہیں کہ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اُس حق کو سمجھنے کی اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ الصلوۃ والتسلیم

اہلبیت کا قاتل کون؟

از: مولانا زوہیب علی

اسلام کی ابتدا سے ہی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خاندان کے مخالف لوگ رہے ہیں جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مخالفین پیدا ہوئے اور مخالفت اس قدر شدید تھی کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ہر موڑ پر بائیکاٹ کیا گیا لیکن بالآخر اللہ پاک نے آپ کو سرخرو فرمایا اور آپ کی نبوت کا فیضان عام ہوا اور یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ اسلام کی ریاست مدینہ قائم ہو گئی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے باقاعدہ طور سے اسلامی نظام کا نفاذ فرمایا۔

نبی پاک ﷺ کے صحابہ اور آپ کی اہل بیت اطہار سے دشمنی کی کوئی خاص وجہ نہ تھی سوائے اس کے کہ وہ اہل اسلام ہیں۔ اگر دشمنی کی بات رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے شروع کی جائے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خاندان کو جن مشقتوں سے گزرنا پڑا اس میں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے خاندان کو اہل بیت کہا جاتا ہے اور اہل بیت کے اندر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ازواج مطہرات سب سے پہلے داخل ہیں پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی صاحبزادیاں اور دیگر افراد حتی کہ کل بنو ہاشم کو اہل بیت کہا جاتا ہے۔ ہمارے موضوع کے اندر خصوصیت کے ساتھ جن کا تذکرہ ہے وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کی شہادت ہے۔

تقریبا ہر دور میں جن لوگوں نے اہل بیت سے دشمنی کی ہے ان میں ایک تعداد وہ ہے کہ جو پہلے ان کے ہی صحبت یافتہ تھے یا خود کو ان کا شیعہ کہنے والے تھے لیکن بعد میں وہی لوگ ان کے مخالف ہو گئے اور ان سے دشمنی مول لے لی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے مخالف آنے والے وہ حضرات جنہوں نے آپ پر جان لیوا حملہ کیا وہ لوگ بھی شیعان علی میں سے تھے۔ جیسا کہ وہ خارجی جس کا بازو کٹا ہوا تھا وہ مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ کا صحبت یافتہ رہا اور پھر وہ خارجی ہو گیا اور جنگ میں مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ کے مقابل آ گیا۔

حضرت مولا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ تحکیم کا معاملہ کیا تو جو لوگ آپ کے مخالف ہوئے وہ لوگ تھے جو خود کو شیعان علی کہا کرتے تھے اور پھر یہ لوگ آپ کی جان کے درپے ہو گئے۔ ایسا ہی معاملہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ ہوا کہ جب آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ صلح فرمالی تو خود کو آپ کا شیعہ کہنے والوں نے ہی آپ کی مخالفت شروع کر دی اور آپ کی جان لینے کے درپے ہو گئے حتی کہ یہاں تک ان لوگوں نے کہا کہ آپ مسلمانوں کے لیے عار کا سبب ہیں۔ معاذ اللہ

دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ

یہی صورتحال کربلا میں پیش آئی کہ وہ لوگ جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی بیعت کرنے کو بے تاب تھے خود کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا شیعہ کہتے تھے۔ جو ان کے نام پہ مرمٹنے کو تیار تھے لیکن جب بات آئی وفا کرنے کی تو وہی لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے قتل میں شامل ہوئے۔ انہی لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو دھوکہ دیا اور ابن زیاد کا ساتھ دیا۔

یہ بات کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو دھوکہ دینے والے آپ ہی کے شیعہ تھے متعدد کتب شیعہ و سنی سے ثابت ہے بلکہ اظہر من الشمس ہے۔ ہم اس کو یہاں اختصار سے ذکر کرتے ہیں:

ابن جریر طبری (م 310ھ) اپنی مشہور تاریخ "تاریخ الرسل والملوک" میں بیان کرتے ہیں: "اہلِ کوفہ نے امام حسین کو مسلسل خطوط بھیجے یہاں تک کہ 12 ہزار سے زائد خطوط امام حسین کو موصول ہوئے۔ ان میں امام کو بیعت کی دعوت دی گئی اور وعدہ کیا گیا کہ وہ ان کی مدد کریں گے۔" (تاریخ طبری، ج4، ص262-265)

ابن اثیر لکھتے ہیں: "یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے امام حسین کو خطوط لکھے، مگر جب وہ آئے تو انہی لوگوں نے ابن زیاد کا ساتھ دیا اور امام حسین کے خلاف میدان میں آ گئے۔" (الکامل فی التاریخ، ابن اثیر، ج3، ص280-285)

جب مسلم بن عقیل کو امام حسین نے کوفہ بھیجا تو اہلِ کوفہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی: مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر ابتدائی طور پر 18,000 لوگوں نے بیعت کی، مگر جب ابن زیاد آیا اور سختی کی، تو وہی لوگ مسلم کو چھوڑ گئے۔"

(تاریخ طبری، ج4، ص270-273)

شیعہ حضرات بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ کوفہ کے شیعوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو بیعت کے لیے خط لکھے تھے اور بعد میں ان شیعوں نے امام پاک کے ساتھ بے وفائی کی اور انہیں تنہا چھوڑ دیا، شیعہ مورخ شیخ محمد بن جریر بن رستم الطبری اپنی کتاب دلائل الامامۃ میں لکھتا ہے:"شیعہ امام حسین کو خطوط بھیجتے رہے، اور جب امام پہنچے تو انہوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور دشمنوں کے ساتھ جا ملے۔"(دلائل الامامۃ، ص182)

ابن طاؤس شیعہ مورخ اپنی کتاب اللھوف علی قتلی الطفوف میں لکھتا ہے:"وہی لوگ جنہوں نے امام حسین کو دعوت دی تھی، ان میں سے اکثر ابن زیاد کے خوف یا دنیا کی محبت کی وجہ سے یزیدی لشکر میں شامل ہو گئے۔"

(اللھوف، ص29-30)

شیعہ عالم الشیخ المفید (متوفی 413ھ) اپنی کتاب الإرشاد میں لکھتا ہے:"جب عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ پر مقرر کیا گیا، تو وہ تمام لوگ جو امام حسین کی بیعت کا وعدہ کر چکے تھے، دشمن کی طرف ہو گئے۔"(الارشاد، الشیخ المفید، ج2، ص45)

سید محسن الأمین مشہور شیعہ عالم اپنی کتاب اعیان الشیعۃ میں لکھتا ہے:"یہ حقیقت ہے کہ کوفہ والوں نے امام حسین کو بلایا، اور ان سے وعدہ کیا، پھر انہیں دھوکہ دیا، اور امام کے خلاف ہو گئے۔ یہی لوگ امام کے قتل میں شریک یا خاموش تماشائی تھے۔"(اعیان الشیعۃ، ج1، ص34)

شیعہ محقق سید علی رضی شیرازی اپنی کتاب خلاصۃ المصائب میں لکھتا ہے:"کوفہ والوں نے امام حسین کو نہ صرف تنہا چھوڑا بلکہ بعض نے دشمنوں کے لشکر میں شامل ہو کر جنگ میں حصہ لیا۔"(خلاصۃ المصائب، ص113)

کیونکہ شیعہ حضرات نے بے وفائی کی تھی اور اہل کوفہ نے امام حسین کو ہزاروں خطوط لکھ کر بلایا، پھر جب امام پہنچے تو وہی لوگ خاموش ہو گئے یا ابن زیاد کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ تو امام حسین نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:"اے کوفہ والو! تم نے مجھے بلایا، وعدے کیے، پھر مجھے تنہا چھوڑ دیا۔ تمہاری مثال اس عورت کی ہے جو اپنا سوت مضبوطی سے کات کر خود ہی توڑ دے۔"(نفس المھموم، ص221)

ان حوالہ جات کے ساتھ یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے قتل میں پورا پورا ساتھ دیا اور اس حد تک ساتھ دیا کہ خط لکھ کر پہلے قسمیں دے دے کر بلایا اور جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ وہاں سے نکل پڑے تو بے وفائی کر کے ابن زیاد کے ساتھ لشکر میں شامل ہو گئے اور

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کو تنہا چھوڑ دیا۔

کربلا میں حضرت امام حسین اور آپ کے رفقاء نے جو شہادتیں دیں ان کا مقصد اسلام کی سربلندی تھا اور ایسے لوگوں سے نجات حاصل کرنا تھا جو ان کے فیصلے کریں حالانکہ وہ اس بات کے شرعی اعتبار سے اہل نہیں تھے۔ آج کے دور میں بھی ایسے لوگوں سے نجات حاصل کرنی چاہیے جو لوگ اسلام کے رہنما بنے ہوئے ہیں لیکن حقیقت میں وہ کسی بھی صورت میں اسلام کے ترجمان نہیں ہو سکتے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے صدقے ہماری بخشش فرمائے۔

غنیۃ الطالبین حضور غوث پاک کی کتاب ہے؟

از: مولانا احمد رضا چشتی

اس موضوع پر میں نے آج قلم اٹھایا ہے یہ علمائے اہلسنت کے درمیان مختلف فیہ ہے، چند ایسی کتب ہیں جو بزرگوں کی طرف منسوب کردی گئی ہیں حالانکہ ان کی لکھی ہوئی نہیں تھیں اور پھر کئی بزرگوں کی کتب میں الحاقات کر دیے گئے۔ مثلاً حضرت شیخ اکبر کے کلام میں الحاقات ہیں جن کا شافی بیان امام عبد الوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں فرمایا، اسی طرح حضرت حکیم سنائی و حضرت خواجہ حافظ وغیرھما اکابر کے کلام میں الحاقات ہوناشاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشرہ میں بیان فرمایا۔(فتاویٰ رضویہ، جلد 29، صفحہ 225)

غنیۃ الطالبین حضور غوث پاک کی کتاب ہے یا نہیں؟ اس میں علما کی مختلف آراء ہیں، بعض علما کے نزدیک یہ حضور غوث پاک کی کتاب نہیں ہے بلکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کر دی گئی ہے جبکہ بعض علما کے نزدیک یہ حضور غوث پاک کی ہی کتاب ہے لیکن بعض ظالموں نے اس کے اندر الحاقات کر دیے ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا رجحان بھی اسی جانب لگتا ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ہرگز نہ ثابت شدہ کہ اس تصنیف آنجناب است اگرچہ انتساب بآنحضرت "یعنی ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ یہ (غنیۃ الطالبین) حضور غوث پاک کی کتاب ہے اگرچہ ان کی طرف منسوب ہے۔(امام الاولیاء صفحہ 85 بحوالہ حاشیہ نبراس مکتبہ اعلیٰحضرت)

حضرت علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ولا یغرنك وقوعه فی غنیة الطالبین منسوبته الی الغوث اعظم عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز غیر صحیحة والاحادیث الموضوعة وفیها وافرة

یعنی تجھے یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے کہ (احناف کے خلاف) بعض مسائل اس غنیۃ الطالبین میں واقع ہیں جو حضور غوث اعظم عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی طرف منسوب ہے درست نہیں ہے۔ اور موضوع احادیث اس میں وافر مقدار میں موجود ہیں۔(امام الاولیاء بحوالہ النبراس علی شرح العقائد صفحہ 86 مکتبہ اعلحضرت)

سیدی اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:"اولاً کتاب غنیۃ الطالبین شریف کی نسبت حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہ خیال ہے کہ وہ سرے سے حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ہی نہیں مگر یہ نفی مجرد ہے۔ اور امام حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی کہ اس کتاب میں بعض مستحقینِ عذاب نے الحاق کر دیا ہے۔

فتاوٰی حدیثیہ میں فرماتے ہیں: وایّاك ان تغتربما وقع فی الغنیۃ لامام العارفین و قطب الاسلام والمسلمین الاستاذعبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانہ دسہ علیہ فیھا من سینتقم اللہ منہ والا فھوبریئ من ذلك

یعنی خبردار دھوکا نہ کھانا اس سے جو امام اولیاء سردارِ اسلام و مسلمین حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غنیہ میں واقع ہوا کہ اس کتاب میں اسے حضور پر افتراء کر کے ایسے شخص نے بڑھا دیا ہے کہ عنقریب اللہ عزوجل اس سے بدلہ لے گا، حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بَری ہیں۔

(الفتاوی الحدیثیۃ، صفحہ 148، مطبعۃ الجمالیہ، مصر)

ثانیاً اسی کتاب میں تمام اشعریہ یعنی اہلسنت و جماعت کو بدعتی، گمراہ، گمراہ گر لکھا ہے کہ: خلاف ماقالت الاشعریۃ من ان کلام اللہ معنی قائم بنفسہ واللہ حسیب کل مبتدع ضال مضل

بخلاف اس کے جو اشاعرہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایسا معنی ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اللہ تعالیٰ ہر بدعتی، گمراہ و گمراہ گر کے لیے کافی ہے۔ (غنیۃ الطالبین، جلد 1، صفحہ 91، دار احیاء التراث العربی بیروت)

کیا کوئی ذی انصاف کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ یہ سرکار غوثیت کا ارشاد ہے جس کتاب میں تمام اہلسنت کو بدعتی، گمراہ گمراہ گر لکھا ہے اس میں حنفیہ کی نسبت کچھ ہو تو کیا جائے شکایت ہے۔ لہذا کوئی محلِ تشویش نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ، جلد 29، صفحہ 222 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت کی تحقیق سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ ہم مطلقاً نفی نہیں کر سکتے کہ غنیۃ الطالبین حضور میر میراں کی کتاب ہے ہی نہیں بلکہ جو الحاقات کیے گئے ہیں ان کی سرکار غوث اعظم سے نفی کریں گے۔

آخر میں گزارش کروں گا کہ جن کتب میں الحاقات ہیں ان کتب پر محققین کام کریں کیونکہ اس وقت مخالفین ان الحاقات کی آڑ میں اہلسنت پر حملے کرتے ہیں جیسا کہ مرزا جہلمی وغیرہ۔

برائی کے خاتمے کا ذمہ دار کون؟

از: مولانا محمد قمر الزماں رضوی احسنی

ہر انسان اپنے منصب کے مطابق برائی کا خاتمہ کرنے کی سعیٔ پیہم ضرور کرے۔ آج ہمارے بہت سے مسلمان اس غلط فہمی کا شکار رہتے ہیں کہ اگر لوگ برا کام کر رہے ہیں تو ہمیں اس سے کیا غرض؟ اور یہ سمجھ اور کہہ کر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں کہ یہ کام تو عالموں کا ہے ہمیں اس سے کیا مطلب؟ اور کچھ نہیں بولتے۔ بلکہ بعض لوگ تو برائی روکنے والے کی مخالفت کرتے نظر آتے ہیں اور کہتے ہیں تمہیں اس سے کیا لینا۔ حالانکہ اس برائی سے روکنا تمام لوگوں پر لازم و ضروری ہے چاہے وہ برائی کسی طرح کی ہو۔ قرآن و حدیث میں جابجا (جگہ جگہ) امر بالمعروف و نہی عن المنکر (اچھی بات کا حکم اور برائی سے روکنے) کی تلقین فرمائی ہے۔ خالق کائنات عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(۱۰۵)﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو تم سب کی رجوع اللہ ہی کی طرف ہے پھر وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے۔ (المآئدۃ:105)

مسلمان کفار کی اسلام سے محرومی پر افسوس کرتے تھے اور انہیں رنج ہوتا تھا کہ کفار عناد میں مبتلا ہو کر دولت اسلام سے محروم رہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی فرمادی کہ اس میں تمہارا کچھ ضرر نہیں۔ اَمْر بِالْمَعْرُوف وَ نَهْی عَنِ الْمُنْكَر کا فرض ادا کر کے تم بری الذمہ ہو چکے ہو۔ تم اپنی نیکی کی جزا پاؤ گے۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”اس آیت میں اَمْر بِالْمَعْرُوف وَ نَهْی عَنِ الْمُنْكَر کے وجوب کی بہت تاکید کی ہے کیونکہ اپنی فکر رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ”ایک دوسرے کی خبر گیری کرے، نیکیوں کی رغبت دلائے اور بدیوں سے روکے۔ (خازن، المائدۃ، تحت الآیۃ:105، 1/534)

اور مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی پیاری بات ارشاد فرمائی جس کا خلاصہ ہے کہ تم اپنی فکر کرو یعنی

عقائد درست کرکے، نیک اعمال کرکے اپنی فکر کرو، اعمال میں تبلیغ بھی شامل ہے لہٰذا جو قدرت کے باوجود تبلیغ نہ کرے وہ راہ پر ہی نہیں۔(نور العرفان، المائدۃ، تحت الآیۃ:105، ص198)

حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا"اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو:"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ-لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْؕ" اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جب لوگ ظالم کو(ظلم کرتے) دیکھیں اور اسے(ظلم سے)نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب میں مبتلا کردے۔

(ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی نزول العذاب اذالم یغیّر المنکر، 4/69، الحدیث:2175)

اور ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"اے لوگو تم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان"عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ"کو پڑھ کر دھوکے میں مبتلا نہ ہو جانا کہ تم میں سے کوئی کہنے لگے"میں تو بس اپنی جان کی فکر کروں گا" اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تم ضرور نیکی کا حکم دوگے اور برائی سے منع کروگے ورنہ تم پر تمہارے شریر لوگ حکمران بن جائیں گے جو تمہیں بڑی سخت تکلیفیں پہنچائیں گے، پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے بھی تو ان کی دعا قبول نہ کی جائے گی۔(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الافعال، الامر بامعروف والنہی عن المنکر، 2/ 271، الجزء الثالث، الحدیث:8442، تفسیر طبری، المائدۃ، تحت الآیۃ:105، 5/ 98-99)

ظالم حکمران کیوں مسلط ہوتے ہیں:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں"اے لوگو! تمہیں لازمی طور پر نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہوگا ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ظالم حکمران مُسلَّط کردے گا جو تمہارے بڑوں کی بزرگی کا خیال نہیں رکھے گا اور تمہارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرے گا، تمہارے نیک لوگ اس کے خلاف دعا مانگیں گے لیکن ان کی دعا قبول نہ ہوگی اور تم مدد مانگوگے لیکن تمہیں مدد نہ ملے گی۔

(احیاء علوم الدین، کتاب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، الباب الاول فی وجوب الامر بالمعروف۔۔۔الخ، 2/ 383)

لہٰذا! ضروری ہے ہر شخص اپنے منصب کے مطابق برائی کا خاتمہ کرنے کی سعیٔ پیہم کرے۔ جس کے اندر لکھنے کی مہارت وصلاحیت ہو وہ اپنے مضامین و تحاریر کے ذریعے، جو میدانِ خطابت کا شہسوار ہو وہ اپنے اصلاحی بیانات کے ذریعے، باشعور شعراء وغیرہ اپنی نظموں کے ذریعے برائی کا قلع قمع کریں اور نیکیوں کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیں۔ اگر قدرت ہونے کے باوجود نہیں روکیں گے تو سب پر عذاب نازل ہوگا جیسا کہ متعدد احادیثِ کریمہ میں اللہ کے

پیارے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَعَن جَرِیرِبْنِ عَبْدِ اللہِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: مَا مِنْ رَجُلٍ یَکُونُ فِی قَوْمٍ یَعْمَلُ فِیھِمْ بِالْمَعَاصِی یَقْدِرُونَ عَلٰی أَنْ یُغَیِّرُوا عَلَیْہِ وَلَا یُغَیِّرُونَ إِلَّا أَصَابَھُمُ اللہُ مِنْہُ بِعِقَابٍ قَبْلَ أَنْ یَمُوتُوا۔ رَوَاہُ أَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَہ

حضرت جریر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کسی قوم کا کوئی آدمی ان کے درمیان گناہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو خاص لوگوں کے عمل کے باعث عذاب نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان برے کام ہوتے ہوئے دیکھیں اور اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں لیکن نہ روکیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ عام اور خاص سب کو عذاب دے گا۔

عَنْ حُذَیْفَۃَ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ أَوْ لَیُوشِکَنَّ اللہُ أَنْ یَبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِنْ عِنْدِہٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّہٗ وَلَا یُسْتَجَابُ لَکُمْ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور نیک کاموں کا حکم کرنا اور برے کاموں سے منع کرتے رہنا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیج دے گا پھر تم اس سے دعا کروگے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔

مذکورہ بالا احادیث مصطفیٰ ﷺ سے خوب واضح ہو گیا کہ برائی سے منع کرنا اور نیکیوں کی طرف توجہ دلانا ہر ایک کی ذمہ داری بنتی ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیثِ مبارکہ (مذکورہ بالا) کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ یعنی عذابہا و بلاہائے دیگر بدعا احتمال دفع دارند۔ اما عذابے کہ بر ترک امر معروف و نہی منکر نازل می گردد احتمال رفع نہ دارد و دعا دراں مستجاب نبود۔

یعنی دوسرے عذاب اور مصیبتیں دعا سے دور ہو سکتی ہیں لیکن اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا چھوڑ دینے کے سبب جو عذاب نازل ہو گا وہ دور نہیں ہو گا اور دعا اس کے بارے میں قبول نہ ہو گی۔

(بدمذہبوں سے رشتے، ص34۔ اشعۃ اللمعات، ج4، ص175)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَ ذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ "(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

حضرت سیّدُنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسولُ اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا: تم میں سے جو کوئی برا کام دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے، اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے (بُرا جانے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

ہر شخص اپنے منصب کے مطابق برائی سے روکے:

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہ علیہ حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بُرائی کو بدلنے کے لیے ہر طبقے کو اس کی طاقت کے مطابق ذمہ داری سونپی گئی کیونکہ اسلام میں کسی بھی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔ اربابِ اِقتدار، اَساتذہ، والدین وغیرہ جو اپنے ماتحتوں کو کنٹرول کرسکتے ہیں وہ قانون پر سختی سے عمل کرا کے اور مخالفت کی صورت میں سزا دے کر بُرائی کا خاتمہ کرسکتے ہیں۔ مبلغینِ اسلام، علماء و مشائخ، اَدیب و صحافی اور دیگر ذرائع اَبلاغ مثلاً ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ سے سبھی لوگ اپنی تقریروں تحریروں بلکہ شعراء اپنی نظموں کے ذریعے بُرائی کا قلع قمع کریں اور نیکی کو فروغ دیں۔ بِلِسَانِہٖ (زبان سے روکنے) کے تحت یہ تمام صورتیں آتی ہیں اور عام مسلمان جسے اِقتدار کی کوئی صورت بھی حاصل نہیں اور نہ ہی وہ تحریر و تقریر کے ذریعے بُرائی کا خاتمہ کرسکتا ہے وہ دل سے اس بُرائی کو برا سمجھے، اگرچہ یہ ایمان کا کمزور ترین مرتبہ ہے۔ کیونکہ کوشش کرکے زبان سے روکنا چاہیے لیکن دل سے جب برا سمجھے گا تو یقیناً خود بُرائی کے قریب نہیں جائے گا اور اس طرح معاشرے کے بے شمار افراد خود بخود راہِ راست پر آجائیں گے۔

حدیث شریف سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ جو آدمی برائی کو دل سے بھی برا نہ جانے اسے اپنے آپ کو مؤمنین میں شمار کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ دل سے بُرا سمجھنے میں تو کسی کا ڈر نہیں، پھر بھی بُرا نہیں سمجھتا تو معلوم ہوا وہ اس پر راضی ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، 6/503، مکتبہ اسلامیہ)

اللہ ربّ العزت ہم سب کو اپنے اپنے حصے کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

حسنِ معاشرت کی تلقین اور ہماری بے اعتدالیاں

از: مولانا محمد انعام رضا القادری

اسلام کا پیغام سراسر محبت، ہمدردی، بھائی چارے، رواداری، عدل و انصاف، اور خیر خواہی پر مبنی ہے۔ اس دین نے نہ صرف انفرادی زندگی کی تطہیر کی تعلیم دی، بلکہ اجتماعی زندگی کے لیے بھی اعلیٰ ترین اخلاقی اصولوں کی بنیاد رکھی۔ ان میں سب سے بنیادی اصول "حسنِ معاشرت" ہے۔ معاشرتی زندگی کی بہتری کے لیے حسنِ معاشرت کی ضرورت ایسے ہی ہے جیسے جسم کے لیے روح۔ یہ وہ اخلاقی و عملی نظام ہے جو انسان کو انسان کے قریب کرتا ہے، اور دلوں میں الفت، سکون اور ہمدردی پیدا کرتا ہے۔

ایک باشعور انسان اگر اپنے اندر حسنِ معاشرت کی روش پیدا کر لے تو نہ صرف اس کی انفرادی زندگی سنور جاتی ہے بلکہ اس کے ارد گرد کا ماحول بھی خوشگوار بن جاتا ہے۔ حسنِ معاشرت صرف یہ نہیں کہ انسان زبان سے اچھی بات کرے، بلکہ یہ دل کی نرمی، ذہنی وسعت اور اخلاقی عظمت کا نام ہے۔ ایک ایسا حسن جو ظاہری چال ڈھال سے زیادہ باطن کی روشنی سے جھلکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی سیرت کو دیکھیں تو آپ کی پوری زندگی حسنِ معاشرت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ احادیث طیبہ کا مفہوم ہے کہ مومن وہ ہے جس سے دوسرے لوگ امن میں ہوں، جس کی زبان اور ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ آپ نے نہ صرف بات چیت میں نرمی، بلکہ عمل میں بھی خلوص، عدل، ہمدردی، عفو و درگزر اور تواضع کو اپنایا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

وعن مالك بلغه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: بعثت لاتمم حسن الاخلاق (رواه الموطا)

ترجمہ: امام مالک بیان کرتے ہیں، مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے"۔

اگر ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو محسوس ہوگا کہ ہمارے درمیان بے شمار ایسی بے اعتدالیاں پائی جاتی ہیں جو

حسنِ معاشرت کی روح کو مجروح کرتی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ تکلیف دہ رویہ یہ ہے کہ ہم دوسروں کے بارے میں بدگمانی رکھتے ہیں، چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑ پڑتے ہیں، دوسروں کی بات کاٹتے ہیں، ہر وقت اپنی بڑائی جتاتے ہیں، اور کسی کی عزت نفس کی پرواہ کیے بغیر گفتگو کرتے ہیں۔ ہم اپنے رشتہ داروں سے تعلق توڑ لیتے ہیں، اپنے پڑوسیوں کے حقوق بھول چکے ہیں، اور دوسروں کی خطاؤں کو معاف کرنے کے بجائے ان کو یاد رکھتے ہیں اور ان پر بار بار طعن کرتے ہیں۔

معاشرہ اس وقت زوال کا شکار ہوتا ہے جب افراد خود کو درست اور دوسروں کو غلط سمجھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ حسنِ معاشرت یہ سکھاتا ہے کہ انسان خود کو کمزور سمجھے، اپنی اصلاح پر توجہ دے، اور دوسروں کے عیب چھپائے، ان کے ساتھ حسن ظن رکھے، اور اپنے دل کو کینہ، حسد اور نفرت سے پاک رکھے۔

حسنِ معاشرت کی بنیاد ہی حسنِ اخلاق پر ہے۔ جب انسان کے اندر نرمی، شفقت، بردباری، عفو و درگزر، اور خلوص جیسے اخلاقی اوصاف ہوں تو اس کا اثر اس کی معاشرتی زندگی پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ باہمی تعلقات میں بہتری، گھر کا سکون، خاندان میں محبت، اور معاشرے میں امن یہ سب حسنِ اخلاق کے فیوض ہیں۔ حسنِ اخلاق، حسنِ معاشرت کی روح ہے جب اخلاق نکھرتے ہیں تو معاشرت سنورتی ہے، اور جب اخلاق ماند پڑتے ہیں تو معاشرہ بکھرنے لگتا ہے۔"

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے گھروں میں خوشی ہو، خاندان میں اتفاق ہو، دوستوں کے درمیان وفا ہو، اور معاشرے میں سکون ہو، تو ہمیں اپنے اندر نرمی، صبر، تحمل، اور عاجزی پیدا کرنی ہوگی۔ ہمیں دوسروں کو معاف کرنا سیکھنا ہوگا، اپنے غصے پر قابو پانا ہوگا، اور ہر اس قول و فعل سے بچنا ہوگا جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے۔

حسنِ معاشرت تب پیدا ہوتا ہے جب ہم دوسروں کے جذبات کا احترام کریں، ان کی بات غور سے سنیں، ان کی رائے کو اہمیت دیں، اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کریں جیسا ہم اپنے لیے چاہتے ہیں۔ ایک خوبصورت بات ہے کہ: جس معاشرے میں معاف کرنا، برداشت کرنا، اور محبت بانٹنا عام ہو جائے، وہاں دشمنی کی گنجائش نہیں رہتی۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ حسنِ معاشرت کا مطلب صرف خوش اخلاقی یا خوش کلامی نہیں، بلکہ یہ ایک مکمل رویہ ہے جو انسان کی نیت، سوچ، عمل، اور فیصلوں میں نظر آتا ہے۔ جو دل میں تکبر رکھے اور زبان سے مسکراہٹ

سجائے، وہ حسنِ معاشرت کا دعویدار نہیں ہو سکتا۔ اصل حسن وہ ہے جو اندر سے ہو، جو دلوں کو سکون دے، جو جذبات کو نرم کرے جو تعلقات کو مضبوط کرے۔

نبی کریم ﷺ کے ایک اور فرمان کا مفہوم ہے کہ بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کے لیے فائدہ مند ہو

خَيْرُ النَّاسِ مَنْ نَفَعَ النَّاسَ

ترجمہ: "لوگوں میں بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے۔"

(شُعب الایمان، باب فی التعاون علی البر، جلد:6، صفحہ:117، حدیث:7658)

اور یہی حسنِ معاشرت کا جوہر ہے کہ ہم نہ صرف دوسروں کو تکلیف نہ دیں، بلکہ ان کے لیے باعثِ سکون، باعثِ راحت، اور باعثِ خوشی بنیں۔

ہماری بے اعتدالیوں کا بڑھتا ہوا اسیلاب ہی حسنِ معاشرت میں بہت بڑی رکاٹ ہے بد قسمتی سے ہمارا معاشرہ آج حسنِ معاشرت کے سنہری اصولوں سے یکسر روگردانی اختیار کر چکا ہے۔ نرم گفتاری، تحمل، عفو و درگزر، اور باہمی خیر خواہی جیسے اوصاف اب ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔ ہماری بے اعتدالیاں ہی وہ رکاوٹیں ہیں جو حسنِ معاشرت کی راہ میں دیوار بن چکی ہیں۔ ان بے راہ رویوں کی چند نمایاں صورتیں ملاحظہ کریں:

گھریلو محاذ پر کشیدگی:

شوہر و بیوی کے مابین معمولی باتوں پر تلخی، اولاد کے ساتھ درشتی، والدین کے حقوق سے غفلت، اور بہن بھائیوں کے درمیان حسد ور قابت یہ سب خاندانی نظام کو کمزور کر رہے ہیں۔

سوشل میڈیا کا بے لگام کلچر:

* جہاں تہذیب کا دامن چھوٹ چکا ہے، وہاں زبان کی تلخی، کردار کشی، الزام تراشی، اور غیر شائستہ گفتگو معمول بنتی جا رہی ہے، جس سے معاشرتی زہر میں اضافہ ہو رہا ہے۔

رشتہ داروں اور ہمسایوں سے لاپروائی:

اسلام نے پڑوسی اور قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کو ایمان کا حصہ قرار دیا، مگر ہم نے ان تعلقات کو

مفادات کی نذر کر دیا ہے۔

عدم برداشت اور تعصب کی فضا:

معمولی اختلاف رائے برداشت نہیں ہوتا، بات بات پر غصہ، طعن و تشنیع، اور قطع تعلقی جیسے منفی رویے حسنِ معاشرت کے منافی ہیں۔

دینی بے حسی:

نماز، روزہ اور دیگر فرائض میں غفلت، دینی مجالس سے دوری، علما و صلحا کی تحقیر، اور دین کے نام پر منافقت یہ سب روحانی بے اعتدالیاں حسنِ معاشرت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

لہٰذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ ترقی کرے، ہماری نسلیں باادب، بااخلاق، اور باعمل بنیں، تو ہمیں حسنِ معاشرت کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا جزوِ لازم بنانا ہو گا۔ ہمیں اپنے دل و دماغ کو صاف کرنا ہو گا، زبان کو نرمی سکھانی ہو گی، اور رویے کو محبت و خلوص سے آراستہ کرنا ہو گا۔

آیئے ہم سب مل کر عہد کریں کہ اپنے اندر سے سختی، جھوٹ، غصہ، کینہ، نفرت، خود پسندی، اور بدگمانی کو نکال کر، نرمی، سچائی، معافی، خلوص، انکساری، اور محبت کو جگہ دیں گے۔ ہم اپنے اہلِ خانہ، دوستوں، پڑوسیوں، ساتھیوں، اور ہر مخلوقِ خدا کے ساتھ ایسا سلوک اختیار کریں گے جو حسنِ معاشرت کا عملی نمونہ ہو۔ کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جو ہمیں دنیا میں کامیابی اور آخرت میں سرخروئی عطا کرے گا۔

تعلیماتِ غوثِ پاک

حُضُورِ غوثِ پاک رحمۃُ اللہِ عَلَیْہ صاحِبِ سلسلہ ہیں یعنی آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کی بنیاد رکھی اور اس کے اُصول (Principles) مُقرّر فرمائے۔ الحمدللہ! حُضُورِ غوثِ پاک رحمۃُ اللہِ عَلَیْہ کی یہ بھی باریک بینی اور دُور اندیشی (Far-sightedness) ہے کہ آپ نے اپنے دور میں معاشرے کی اِصلاح کی خاطِر جو اُصول مُقرّر فرمائے تھے، آج بھی وہ اُصول کارآمد (Useful) ہیں، اگر ہم سلسلہ عالیہ قادریہ کے ان بنیادی اُصولوں کو اپنالیں تو ہمارا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن سکتا ہے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

(اسلام کے پہلے سفیر اور مثالی داعی)

از: مولانا محمد عدنان حسن زار مدنی

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اُن خوش نصیب صحابہ کرام میں شامل ہیں جنہوں نے دینِ اسلام کی خاطر دنیاوی آسائشوں کو خیر باد کہا اور دین کی خدمت کو اپنا مقصدِ حیات بنالیا۔ آپ نے نہ صرف مکہ مکرمہ میں دعوتِ اسلام کے ابتدائی دور میں ایمان کا نور حاصل کیا، بلکہ مدینہ منورہ میں پہلے مبلغ اور سفیر اسلام کی حیثیت سے بے مثال خدمات سر انجام دیں۔ (سیرت ابن ہشام، جلد 1، صفحہ 325)

تعارف

آپ کا نام مصعب، کنیت ابو محمد، والد کا نام عمیر اور والدہ کا نام حناس بنت مالک تھا۔

سلسلہ نسب یوں ہے: مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی القرشی۔

آپ کا نسب والد کی جانب سے پانچویں پشت میں رسول اللہ ﷺ سے قصی بن کلاب پر جا ملتا ہے، جب کہ والدہ کی طرف سے یہ سلسلہ آٹھویں پشت میں لُوی بن غالب کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے نسب مبارک سے جُڑ جاتا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ، جلد 2، صفحہ 56)

ولادت

آپ کی ولادت ہجرتِ مدینہ سے تقریباً 42 سال قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ (الاستیعاب، جلد 1، صفحہ 150)

ابتدائی زندگی

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ قریش کے ایک معزز اور مالدار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بچپن ہی سے آپ ناز و نعم میں پلے بڑھے۔ والد کے اوائل عمری میں انتقال کے بعد والدہ، حناس بنت مالک، نے آپ کو بے

پناہ محبت اور لاڈ سے پروان چڑھایا۔ ہر خواہش کی تکمیل کی جاتی، لباس خاص طور پر ملک شام سے تیار کرایا جاتا، اور آپ روزمرہ میں خضرمی جوتے استعمال فرماتے جو اس دور کے امراء خاص مواقع پر پہنتے تھے۔ خوشبو ایسی استعمال کرتے کہ پورے مکہ میں ان جیسی خوشبو شاذ ہی کسی کے حصے میں آتی۔ آپ نہایت حسین و جمیل اور وجیہہ نوجوانوں میں شمار کیے جاتے تھے۔

حتیٰ کہ "سیر أعلام النبلاء" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول منقول ہے:

فطلع علینا مصعب بن عمیر فی بردة له مرقوعة بفروة وكان أنعم غلام بمكة وأرفه، فلما رآه رسول الله صلى الله عليه وسلم، ذكر ما كان فيه من النعيم، ورأى حاله التي هو عليها، فذرفت عيناه عليه

ترجمہ: مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے، ان کے بدن پر ایک چادر تھی جس میں پیوند لگا ہوا تھا، حالانکہ مکہ میں ان سے بڑھ کر ناز و نعم میں پرورش پانے والا کوئی نہ تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ حالت دیکھی، تو آپ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد 8، صفحہ 316)

قبولِ اسلام

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسنِ ظاہر، نفاستِ طبع اور لطافتِ قلب سے نوازا تھا۔ آپ کے دل کا آئینہ فطرتِ سلیم سے اس قدر شفاف تھا کہ جب توحید کی تجلی اس پر پڑی، تو فوراً شرک کی تاریکیاں چھٹ گئیں، اور آپ نے آستانۂ نبوت پر حاضر ہو کر، نبی رحمت ﷺ کے جانثاروں میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا۔

اس وقت نبی اکرم ﷺ دارِ ارقم میں تشریف فرما تھے اور اہلِ ایمان پر زمین تنگ ہوتی جا رہی تھی۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ایک مدت تک اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا، اور خاموشی سے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ لیکن ایک روز عثمان بن طلحہ نے آپ کو نماز ادا کرتے دیکھ لیا اور آپ کے خاندان کو خبر کر دی۔ یہ خبر سن کر ماں کی محبت نفرت میں بدل گئی، اور شرک کی عدالت نے "مجرمِ توحید" کے لیے قیدِ تنہائی کا فیصلہ سنا دیا۔ لیکن آپ نے ہر قسم کی مخالفت، بائیکاٹ اور ظلم کے مقابلے میں بے پناہ صبر، ثابت قدمی اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔ (تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 156)

دارِ ارقم میں تعلیم و تربیت

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے دارِ ارقم میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں دینی علوم حاصل کیے۔ یہاں آپ نے قرآن و سنت کی تعلیمات کو سیکھا اور اپنی شخصیت کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالا۔ (تاریخ الکامل، جلد 2، صفحہ 210)

ہجرتِ حبشہ

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے پیشِ نظر نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس پہلے قافلے میں 13 مرد اور 4 خواتین شامل تھیں۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی ان خوش نصیبوں میں شامل تھے جنہوں نے اولین ہجرت کا اعزاز حاصل کیا۔

(سیرت ابن ہشام، جلد 1، صفحہ 430)

مدینہ منورہ میں پہلا مبلغ اور سفیرِ اسلام

بیعتِ عقبہ اولیٰ کے بعد اہلِ مدینہ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کے لیے ایک معلم مقرر کیا جائے۔ اس وقت آپ ﷺ کی نگاہ ناز نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا اور انہیں مدینہ روانہ کیا تاکہ وہاں قرآن کی تعلیم دیں اور دینِ اسلام کی دعوت عام کریں۔ آپ نے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا اور دعوتِ دین کا آغاز کیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد 6، صفحہ 538)

مدینہ میں دعوتی خدمات

آپ کی حکمت بھری دعوت، خوش اخلاقی اور حکمتِ عملی سے مدینہ کے کئی نامور افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، جن میں حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ کی تبلیغی حکمت میں نرمی، فہمِ مخاطب اور نبی کریم ﷺ کے حسن و جمال کا ذکر نمایاں خصوصیات تھیں۔ آپ کی تبلیغی کوششیں کس قدر رنگ لائی تھیں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ ایک سال بعد بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کے ساتھ 73 افراد تھے جو آپ کی تبلیغی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر

اسلام کے دامن سے وابستہ ہوئے تھے۔ (سیرت ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 45)

جمعہ کی نماز کا آغاز

جب مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو گئی، تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اجازت لے کر حضرت سعد بن خثیمہ کے گھر جماعت کے ساتھ نمازِ جمعہ کا اہتمام کیا۔ آپ نے پہلے ایک مؤثر خطبہ ارشاد فرمایا، پھر خشوع و خضوع سے نماز پڑھائی، اور بعد نماز حاضرین کے لیے ایک بکری ذبح کی گئی۔ یوں اسلامی شعار "نمازِ جمعہ "کا آغاز ہوا جس کا سہرا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سر جاتا ہے۔

(تاریخ مدینہ، جلد 1، صفحہ 130)

غزوات میں شرکت

جب 2 ہجری میں معرکہ حق و باطل کا آغاز ہوا، تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نہ صرف مبلغ بلکہ مجاہد کی حیثیت سے بھی نمایاں نظر آئے۔ غزوۂ بدر میں مہاجرین کا سب سے بڑا عَلَم انہی کے ہاتھ میں تھا۔ غزوۂ اُحد میں بھی علمبرداری کا شرف انہیں حاصل رہا۔ (البدایہ والنہایہ، جلد 3، صفحہ 125)

فضل و کمال

فضل و شرف اس سے بڑھ کر کیا بیان کیا جا سکتا ہے کہ دامن اسلام سے وابستہ ہونے کے بعد محبت مصطفیٰ میں اس قدر خود رفتہ ہوئے کہ دنیاوی تزک و احتشام کو ٹھوکر مار دی اور ہر وقت عشق مصطفیٰ کی تاثیر میں مست رہنے لگے۔ وہ جو مکہ کے چمکتے دمکتے نوجوانوں میں سرفہرست تھے، اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں سب کچھ قربان کر کے زہد و فقر کی راہ اختیار کر لی۔

نبی کریم ﷺ خود ان کی محبت کا اعتراف فرماتے تھے۔ جیسا کہ مختلف کتب سیرت میں یہ روایت موجود ہے، کہ جب یہ حضور جانِ جہاں ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حال یہ تھا کہ بدن پر ایک پرانی چادر تھی جس کو مختلف پیوند لگے ہوئے تھے، ان کو دیکھ کر صحابہ کرام نے سر جھکا لیے، پھر نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الحمد لله، لقد رأيت مصعب بن عمير، وما بمكة فتى أنعم عند أبويه منه، ثم ترك ذلك حبا لله ورسوله،

فصار إلى ما ترون

ترجمہ: الحمد للہ! میں نے مصعب بن عمیر کو دیکھا، مکہ میں ان سے زیادہ اپنے والدین کی ناز و نعم میں پرورش پانے والا کوئی نہ تھا، پھر اس نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں وہ سب کچھ چھوڑ دیا، اور وہ اس حال کو پہنچا جسے تم دیکھ رہے ہو۔ (سیرت ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 320)

شہادت

غزوۂ اُحد کے دوران جب لشکرِ اسلام پسپا ہوا، تب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اُن معدودے چند مجاہدین میں شامل تھے جو میدان میں ثابت قدم رہے۔ ابن قمیہ نے ان پر حملہ کیا، جس سے ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا، مگر آپ نے بائیں ہاتھ سے علم سنبھال لیا۔ دوسرے وار میں بایاں ہاتھ بھی قلم ہو گیا، تو آپ نے علم کو بازوؤں کے حلقے میں لے کر سینے سے چمٹا لیا اور زبان پر تلاوت جاری رکھی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ﴾

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں۔

آخر کار دشمن نے نیزے کا وار کیا جس کی نیزہ آپ کے سینے میں پیوست ہو گئی اور آپ نے شہادت کا جام نوش فرمایا۔ مگر پرچم اسلام سرنگوں نہ ہوا آپ کے بھائی ابو الروم بن عمیر نے آگے بڑھ کر علم سنبھالا اور آخری وقت تک شجاعانہ دفاع کرتے رہے۔ (الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 120)

تجہیز و تکفین

جب جنگ ختم ہوئی اور شہداء کو جمع کیا گیا، تو ان کو دیکھ کر چشمان مبارک بھر آئیں اور خود نبی رحمت ﷺ ان کے جسد اقدس کے پاس کھڑے رہے۔ اس وقت آپ کی جو کیفیت تھی اس کو ابن سعد نے طبقات میں یوں نقل کیا ہے:

فَأَتَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ وَهُوَ قَتِيلٌ، فَقَرَأَ:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾

ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ هَؤُلَاءِ شُهَدَاءُ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأْتُوهُمْ وَزُورُوهُمْ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُسَلِّمُ

عَلَيۡهِمۡ مُسَلِّمٌ إِلَی یَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ إِلَّا رَدُّوا عَلَیۡهِ

ترجمہ: تو نبی اکرم ﷺ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور یہ آیت تلاوت فرمائی: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ مومنوں میں کچھ مرد ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھایا۔ پھر فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے ہاں شہداء کے طور پر پیش ہوں گے۔ ان کی زیارت کیا کرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو بھی قیامت تک ان پر سلام بھیجے گا، وہ اسے جواب دیں گے۔

تجہیز و تکفین کے وقت دیکھا گیا کہ حضرت مصعب کے جسم مبارک پر صرف ایک چادر تھی۔ اور اس چادر کا حال یہ تھا کہ اس سے اگر سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے، اور اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "چادر سے سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر گھاس رکھ دو۔"

آپ کے بھائی حضرت ابو الروم بن عمیر نے حضرت عامر بن ربیعہ اور حضرت سویط بن سعد رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر آپ کو سپردِ خاک کیا۔ (طبقات ابن سعد، جلد 3، صفحہ 105)

صحابہ کرام کی فضیلت

صحابہ کرام کا امّت میں سب سے افضل اور فائق ہونا، نبیِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے یوں واضح کیا:

میرے اصحاب کو بُرا بھلا نہ کہو، اس لئے کہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو وہ اُن کے ایک مُد (ایک پیمانہ) کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس مُد کے آدھے کو۔ (بخاری، ج2، ص522، حدیث: 3673)

عشر کے احکام

از: صاحبزادہ مفتی وجیہ الحسن بندیالوی

کچھ چیزوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہوتا ہے لیکن ان کی ادائیگی اس وقت پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے جب وہ فقیر و مسکین اور حاجت مند بندوں تک پہنچیں جیسا کہ زکوٰۃ حق اللہ تعالیٰ کا ہے لیکن ادا اس وقت ہوتی ہے جب مستحق کے ہاتھ میں جاتی ہے اسی طرح عشر بھی زمینی زکوٰۃ ہے اسکی ادائیگی مستحق افراد کو انکا حق پہنچانا ہے۔

یاد رکھیے گا! کوئی بھی مسلمان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ اصل وجہ ہماری بد اعمالیاں ہیں جن کی بنا پر نحوست و بے برکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ "برکت" نہ ہو تو گویا کچھ بھی نہیں ہے اور برکت ہو تو گویا سب کچھ ہے۔ کسی چیز کی مقدار زیادہ ہو مگر اُس میں برکت نہ ہو تو وہ بے فائدہ ہے، زکوۃ، عشر، صدقات، سے مال پاک ہوتا ہے اور یہ چیزیں مال میں برکت کا ذریعہ ہیں۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت:

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سرمایہ و دولت کو ضرورت مندوں پر اس طرح خرچ کیا جائے کہ ان کا معاشی تعطل ختم ہو اور ان کی تخلیقی جدوجہد بحال ہو جانے کی صورت میں وہ معاشرے میں مطلوبہ کردار بحسن وخوبی سرانجام دے سکیں۔ اس انفاق کی عملی مثال مواخات مدینہ ہے اور حصولِ نصب العین کے لیے فعل احسان کی عملی صورت مال کا انفاق ہے۔

﴿وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَ اَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (۱۹۵)﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بھلائی والے ہو جاؤ بے شک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔ (البقرہ،195:2) فرمایا:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﱟ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ (۹۲)﴾

تم ہر گز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔(آل عمران:92)

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں:

انَّ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: قَالَ اللہُ لِی: أَنْفِق أُنْفِقُ عَلَيْكَ. وَقَالَ: يَدُ اللّٰہِ مَلْأَى لَا تَغِيضُهَا نَفَقَةٌ، سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَقَالَ: أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تو میری راہ میں مال خرچ کر میں تجھے مال دوں گا۔ اور فرمایا کہ اللہ کے ہاتھ بھرے ہوئے ہیں، رات دن خرچ کرنے سے بھی خالی نہیں ہوتے۔ فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھتے جب سے آسمان اور زمین کی پیدائش ہوئی اُس وقت سے کتنا اُس نے لوگوں کو دیا لیکن اُس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔(صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ: وکان عرشہ علی الماء، 1724:4، رقم:4407۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی النفقۃ وتبشیر المنفق بالخلف، 690:2، رقم:993)

عشر کی تعریف:

عشری زمین سے ایسی چیز پیدا ہوئی جس کی زراعت سے مقصود زمین سے منافع حاصل کرنا ہے تو اس پیداوار کی زکوۃ فرض ہے اور اس زکوۃ کا نام عشر ہے۔

(بہار شریعت، جلد 1 ص 916، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی۔ الفتاوی الھندیہ، کتاب الزکوۃ، الباب السادس، ج 1، ص 185 ملخصًا)

جو کھیت بارش، نہر، نالے کے پانی سے قیمت ادا کئے بغیر سیراب کیا جائے اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے۔ جس کھیت کی آبپاشی ڈول یا اپنے ٹیوب ویل وغیرہ سے ہو، اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 10 ص 203، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

بخاری شریف میں ہے:

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ

یعنی ”حضرت سیدنا سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: جن زمینوں کو، بارش اور چشموں نے سیر اب کیا یا وہ نمناک ہو ان میں عشر (دسواں حصہ دیناواجب) ہے اور جو زمین پانی چھڑک کر سیر اب کی جائیں ان میں نصف عشر (بیسواں حصہ واجب) ہے۔

(بخاری، جلد 1، ص 201، مطبوعہ کراچی)

زمین کی پیداوار کا عموماً دسواں (10 / 1) حصہ بطور زکوۃ دیا جاتا ہے اس لئے اسے عشر (یعنی دسواں حصہ) کہتے ہیں۔ عشر واجب ہونے کے لئے ان کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے بلکہ زمین سے غلہ، پھل اور سبزیوں کی جتنی پیداوار بھی حاصل ہو اس پر عشر یا نصف عشر دیناواجب ہو گا۔

(درمختار، کتاب الزکوۃ، باب العشر، ج 3، ص 315، الفتاوی الھندیہ کتاب الزکوۃ، الباب السادس فی زکوۃ الزرع، ج 1، ص 186)

عشر اور نصف عشر کو حساب کی روشنی میں سمجھیں:

عشر دس فیصد کو کہتے ہیں اور نصف عشر پانچ فیصد کو کہتے ہیں۔ لہذا عشر ہونے کی صورت میں کل فصل کے وزن کو دس سے تقسیم کر لیں اور نصف عشر ہونے کی صورت میں کل فصل کو بیس سے تقسیم کر لیں مثلاً سو من گندم ہوئی اور ایک من میں چالیس کلو ہوتے ہیں تو سو من میں چار ہزار کلو ہوئے اس کا عشر نکالنے کے لئے چار ہزار کو دس سے تقسیم کیا تو جواب آیا، چار سو کلو اور چار سو کلو کے دس من بنیں گے۔ لہذا چار ہزار کلو گندم پر دس من یا چار سو کلو بطور عشر نکالنا واجب ہوا۔

عشر کی ادائیگی کا قرآن کریم نے حکم دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ

ترجمہ کنز الایمان: اور اس کا حق دو جس دن کٹے۔ (پ8، انعام: 141)

کب ادا کرنا ہے؟

جب پیداوار حاصل ہو جائے تو عشر ادا کرنا لازم ہے۔ اگر کوئی شخص کھیتی ظاہر ہونے کے بعد یا پھل قابل نفع ہونے کے بعد پیشگی طور پر عشر ادا کر دے تو بھی جائز ہے، مگر افضل یہی ہے کہ پیداوار حاصل ہونے کے بعد عشر ادا کیا جائے۔ (البحر الرائق، کتاب الزکوۃ)

البتہ پیداوار حاصل ہونے کے بعد بلاوجہ عشر کی ادائیگی میں تاخیر کرنا گناہ ہے، حتی کہ عشر ادا کرنے یا اُس کی

مقدار الگ کرنے سے پہلے پیداوار کو استعمال کرنا جائز نہیں، تاہم یہ ارادہ ہو کہ بعد میں تمام پیداوار کا عشر ادا کرے گا تو کھانا حلال ہے۔(بہار شریعت، ج1 ص919)

اگر معاذ اللہ سستی یا جہالت کی وجہ سے کسی شخص نے گزشتہ سالوں میں پیداوار کا عشر ادا نہ کیا ہو تو بھی وہ معاف نہیں، اب لازم ہے کہ تاخیر پر توبہ کرے اور گزشتہ سالوں کا حساب لگا کر استطاعت کے مطابق ادا کرتا رہے۔

(الفتاوی المصطفویہ، ص:298، ملخصا)

کس کو دینا ہے؟

عشر حقیقت میں زمین کی پیداوار کی زکوۃ ہے؛ لہذا یہ اُسے ہی دے سکتے ہیں جسے زکوۃ دینا جائز ہے۔ وہ صحیح العقیدہ مسلمان جو بنیادی ضروریات زندگی اور قرض کے علاوہ 612.36 گرام چاندی یا اس کی قیمت کے برابر نقدی یا سامان کا مالک نہ ہو اُسے عشر دینا جائز ہے۔ پیشہ ور بھکاری عموما مالک نصاب ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کو مال زکوۃ دینا جائز نہیں۔ عشر کی ادائیگی کے لیے مال الگ کرتے وقت یا مستحق کو دیتے وقت دل میں عشر ادا کرنے کی نیت ضروری ہے، مستحق کو بتانا ضروری نہیں کہ مال زکوۃ ہے۔ عشر کی ادائیگی کے لیے مستحق کو مالک (Owner) بنانا ضروری ہے؛ اسی لیے مسجد میں عشر دینا درست نہیں۔ نیز عشر کی رقم سے غریبوں کو واجب الادا قرض (Loan) دینا یا اسے اس قسم کے رفاہی (Welfare) کاموں میں خرچ کرنا جائز نہیں۔

کن کو عشر نہیں دے سکتے:

اپنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی (اصول) اور اولاد (فروع) کو عشر نہیں دے سکتے۔ بیوی شوہر کو اور شوہر بیوی کو عشر نہیں دے سکتے۔ باقی رشتہ داروں کو عشر دیا جا سکتا ہے، بلکہ مستحق رشتہ داروں کو عشر و زکوۃ دینا دوسرے مستحقین کو دینے سے بہتر ہے۔ زکوۃ و عشر کی ادائیگی میں مدارس اہل سنت کو نہیں بھولنا چاہیے، مدارس سے تعاون خدمت خلق بھی ہے اور خدمت دین بھی۔

کیا عشر ادا کرنے سے پہلے پیداوار استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جب تک عشر ادا نہ کر دے یا پیداوار سے عشر الگ نہ کر لے، اس وقت تک پیداوار میں سے کچھ بھی

استعمال کرنا جائز نہیں اور اگر استعمال کر لیا تو اس میں جو عشر کی مقدار بنتی ہے اتنا تاوان ادا کرے البتہ تھوڑا سا استعمال کر لیا تو معاف ہے۔(الدر المختار ورد المحتار، کتاب الزکاۃ مطلب مہم فی حکم اراضی مصر الخ، ج3، ص321-322)

اگر کئی سال عشر ادا نہ کیا ہو تو کیا کیا جائے؟

جواب: عشر کی عدم ادائیگی پر توبہ کرے اور سابقہ سالوں کے عشر کا حساب لگا کر بقدر استطاعت ادا کرتا رہے۔

(ماخوذ از الفتاوی المصطفویۃ، ص298)

زمین اجارے پر دینے کی صورت میں عشر کا حکم:

عشری زمین اگر اجارہ پر دی جائے تو عشر واجب ہونے میں علامہ شامی فرماتے ہیں: اگر اجرت اجرت مثل کے برابر یا اس سے زیادہ وصول کی جائے تو عشر زمیندار پر ہے، اگر اس سے کم وصول کی جائے تو پھر مستأجر پر ہے۔

(رد المحتار مع الدر، 2/334)

مزارعت کی صورت میں عشر کا حکم:

مزارعت (بٹائی پر زمین دینے) کی صورت میں اگر عقد اس طرح طے ہو کہ زمین ایک کی ہو، باقی چیزیں دوسرے کی طرف سے ہوں یا عمل ایک کی طرف سے ہو، باقی چیزیں زمین وغیرہ دوسرے کی طرف سے یا زمین اور تخم ایک کی طرف سے ہو، باقی چیزیں دوسرے کی طرف سے تو یہ مزارعت صحیحہ کی صورتیں ہیں، ان سب صورتوں میں عشر ہر ایک (زمیندار اور مزارع) پر اپنے اپنے حصہ کے بقدر لازم ہے، پھر انہیں اختیار ہے، چاہے عشر نکال کر پیداوار تقسیم کریں یا پیداوار تقسیم کر کے ہر ایک اپنے حصے کا عشر نکالے۔

ان تین صورتوں کے علاوہ کوئی صورت ہو تو وہ مزارعت فاسدہ ہے، اس میں اگر تخم مالک زمین کی طرف سے ہو تو عشر بھی اسی پر لازم ہے، اگر تخم مزارع کی طرف سے ہو تو پھر یہ کاشت کے لئے زمین اجارہ پر دینے کے حکم میں ہے، لہذا مالک زمین کا حصہ اگر اجرت مثل کے بعد اس سے زیادہ ہے تو عشر اسی پر لازم ہے اور اگر اس سے کم ہے تو پھر عشر مزارع پر ہے۔(الدر المختار ورد المحتار، 2/334)

بھوسہ، سوکھی گھاس وغیرہ میں عشر کا حکم:

زمین سے حاصل شدہ پیداوار میں تو عشر لازم ہے لیکن جو چیز تبعاً حاصل ہو جائے جیسے بھوسہ سوکھا چارہ وغیرہ جس سے اناج نکال لیا گیا ہو تو اس میں عشر نہیں، ہاں اگر ان چیزوں کو مقصودی طور پر حاصل کیا جائے، مثلاً دانہ پڑنے سے پہلے پہلے بھوسہ وغیرہ حاصل کرنے کے لئے فصل کاٹی جائے تو پھر انہیں عشر لازم ہے۔

(ردالمحتار مع الدر، 327/2)

عشر ادا نہ کرنے کا وبال:

اگر انسان قرآن و سنت کے احکام پر عمل کرے تو اجر و ثواب کے ساتھ ساتھ ظاہری طور پر بھی ڈھیروں رحمتیں اور برکتیں نصیب ہوتی ہیں، جب کہ احکام الٰہیہ کو چھوڑنے سے انسان نہ صرف اُخروی سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے، بلکہ دنیا میں بھی بے برکتی اور نحوست کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

زکوۃ اور عشر دونوں کی ادائیگی سے متعلق قرآن و سنت کے واضح احکام موجود ہیں، خطبہ کے آغاز میں عشر کی ادائیگی سے متعلق دو آیات کریمہ پیش کی گئیں، اب زکوۃ و عشر ادا نہ کرنے کے وبال سے متعلق آیت کریمہ پیش کی جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۠(۱۸۰)﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے۔ (آل عمران، 180:3)

مطالعہ کیسے کریں؟ آخر درست طریقہ کیا ہے؟

از: مولانا فرحان رضا قادری

ایک شاعر کا قول ہے کہ

حصولِ علم ہے ہر اک فعل سے بہتر
دوست نہیں ہے کوئی کتاب سے بہتر

مطالعہ انسان کی فکری، ذہنی اور روحانی ترقی کا ذریعہ ہے۔ مطالعہ صرف معلومات حاصل کرنے کا نام نہیں، بلکہ یہ سوچنے، سمجھنے، غور کرنے اور اپنی شخصیت کو نکھارنے کا ایک مسلسل عمل ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن اقوام نے مطالعے کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا، وہ علمی، اخلاقی اور تہذیبی میدان میں ترقی کرتی چلی گئیں، اور جنہوں نے کتاب سے رشتہ توڑ لیا، وہ زوال اور پستی کا شکار ہو گئیں، مطالعہ ہر اس شخص کی ضرورت ہے جو شعور، حکمت، اور بصیرت کی دولت چاہتا ہے۔ یہ وہ روحانی خوراک ہے جو دل کی دنیا میں چراغ روشن کرتی ہے، کتاب انسان کا خاموش رفیق، تنہائی میں ساتھی، اور زندگی کے ہر موڑ پر رہنما ثابت ہوتی ہے۔ مطالعہ انسان کو سوچنے کا سلیقہ، بولنے کا قرینہ، اور جینے کا مقصد عطا کرتا ہے، آج کا انسان، تیز رفتار دنیا میں دوڑتے دوڑتے، کتاب کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ چکا ہے۔ وقت کی گرد نے صفحات کی خوشبو کو ماند کر دیا ہے۔ ایسے میں مطالعہ کی ترغیب دینا، محض ایک نصیحت نہیں بلکہ ایک خدمت ہے اس تحریر میں چند سادہ، مگر نہایت اہم اصول بیان کیے گئے ہیں جو مطالعہ کو منظم، دلچسپ اور مؤثر بنانے میں معاون ثابت ہونگے۔ ان شاء اللہ عزوجل

مطالعہ کے مفید اصول:

1۔ **کسی صاحبِ مطالعہ سے مشورہ کریں:** مطالعہ کا آغاز کرنے سے قبل کسی اہلِ علم، تجربہ کار یا صاحبِ مطالعہ شخص سے رہنمائی حاصل کریں۔ وہ آپ کی سطح، ضرورت اور ذوق کے مطابق کتب تجویز کر سکتا ہے، جس سے مطالعہ کا فائدہ کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور تاکہ بامقصد مطالعہ کر سکیں۔

2۔ چھوٹی اور آسان کتب سے آغاز کریں: ابتدائی مطالعہ کے لیے مختصر اور آسان فہم کتابوں کا انتخاب کریں تاکہ دل اُکتائے نہیں اور مطالعے کا شوق مضبوط ہو۔

3۔ چند کتب کی پیشگی فہرست بنائیں: مطالعہ کے لیے 5 سے 6 کتابوں کا انتخاب پہلے سے کرلیں تاکہ تسلسل رہے اور وقت ضائع نہ ہو۔

4۔ مطالعے کا ہدف مقرر کریں: ہر دن کے لیے وقت یا صفحات کا ہدف طے کریں (مثلاً 30 منٹ یا 20 صفحات)، تاکہ باقاعدگی پیدا ہو۔

5۔ مناسب جگہ کا انتخاب کریں: مطالعہ کے لیے پرسکون اور غیر مصروف جگہ کا انتخاب کریں، تاکہ توجہ مرکوز رہے۔

6۔ اہم نکات نوٹ کریں: مطالعہ کے دوران اہم باتیں لکھ لینا، یادداشت کو بہتر بناتا ہے اور دہرائی میں مدد دیتا ہے۔

اللہ کریم ہمیں مطالعہ سے محبت عطا فرمائے اور علم و حکمت کی روشنی ہمارے دلوں میں روشن رکھے۔ آمین

امام احمد رضا کے تجدیدی واصلاحی کارنامے

از: حافظ افتخار احمد قادری

امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ہمہ آیات آج دنیا میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بلاشبہ آپ چودھویں صدی ہجری کے یگانہ روزگار اور علم و فضل کے پیکر ہیں۔ آپ ملت اسلامیہ کے دور انحطاط و انتشار میں تقریباً علوم وفنون پر مشتمل ہزار سے زائد رشد وہدایت کے لعل و گہر اور سیف وسنان کے ساتھ رزم گاہ حق و باطل میں مشرکین و کفار، مرتدین اشرار، گمراہان فجار سے بر سرِ پیکار رہے اور اپنے جہاد بالقلم کے ذریعے باطل قوتوں کی دھجیاں بکھیر کر ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کا فریضہ انجام دیا۔

آپ کے تجدیدی اور اصلاحی عمل کا مرکزی نقطہ نظر اور بنیادی نصب العین عظمت وحدت الوجود اور تحفظ ناموسِ رسالت تھا۔ بلاشبہ آپ ایک جید عالم، متبحر حکیم، عبقری فقیہ، صاحبِ نظر مفکر، بلند پایہ مترجم، عظیم الشان محدث، سحر البیان خطیب، ماہر فن ادیب اور روشن ضمیر خطیب تھے۔ ان تمام تر درجاتِ رفیعہ سے بالاتر ایک اور منصب عظیمہ پر فائز تھے وہ منصب تھا عاشق صادق رسول صادق کا۔ قسام ازل نے آپ کو سرچشمہ فیوض وبرکات اور عشقِ رسول سے اس قدر سرشار کر دیا تھا کہ آپ کے رگ و پے سے عشق و محبت کی خوشبو آتی تھی۔ عشقِ رسول کی سرمست مئے الفت کا خمار آپ کی نعتوں کے ہر ہر شعر میں جلوہ گر اور موجزن ہے۔ آپ نے اپنے زمانے میں دینی علوم کی ترویج کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں رائج امور بدعات و خرافات کا بھی بھرپور استحصال اور رد کیا اور انہیں بدعات وخرافات سے دور رہنے کا حکم دیا۔

آج مغربی تہذیب وتمدن کی ظاہری چمک دمک کے طوفان میں مسلمان عورتیں بھی بہہ نکلی ہیں۔ بے پردہ وبے حجابانہ شارع عام پر گھومنا، نامحرموں کے ساتھ اخلاط و تخلیط میں رہنا، نامحرم پیروں کے سامنے محرموں کی طرح سامنے آنا جانا، خدمات کرنا، ان تمام تر بدعات کی امام احمد رضا خان قادری نے سختی سے مخالفت کی اور عورتوں کے گھر سے نکلنے کے متعلق رسالہ تصنیف فرمایا۔ میت کے گھر مردوں عورتوں کو جمع ہو کر کھانا پینا اور میت کے گھر

والوں کو زیر بار کرنے کے عدم جواز پر فتویٰ دیتے ہوئے "جلی الصوت لنھی الدعوت امام الموت" کے نام سے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا۔ دورِ جدید میں تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ کہلانے والے مسلم گھرانوں میں جاندار کی تصویریں اور مجسمے لگانا تقریباً ضروریات سے تصور کیا جاتا ہے۔ امام احمد رضا خان قادری نے اس کی شرعی گرفت فرمائی کہ جاندار کی تصویر حرام ہے۔ چنانچہ

تصویر کے عدمِ جواز پر آپ نے "عطایا القدیر فی حکم التصویر" نامی رسالہ تحریر فرمایا۔ امام احمد رضا خان قادری نے معاشرے کی خلاف شرع عادات واطوار اور رسم و رواج پر گہری تنقید کی۔ آپ مزارات اولیاء پر حصولِ خیر و برکت کے لئے جانا جائز قرار دیتے ہیں جبکہ عورتوں کے مزارات پر جانے کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا کیسا ہے؟ بلکہ یہ پوچھو کہ جب وہ گھر سے نکلتی ہے اور جب تک واپس نہیں آتی اس وقت تک فرشتے اس پر کتنی لعنتیں کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں فاتحہ، سوئم، چہلم، برسی وغیرہ کا عام رواج ہے۔ امام احمد رضا خان قادری نے اس کو جائز و مستحسن قرار دیا۔ ساتھ ہی تعین یوم کو بھی سہولت و آسانی کی غرض سے جائز فرمایا لیکن غیر ضروری لوازمات اور متعین دنوں میں ہی زیادہ ثواب ملنے کے عقیدے کو ناجائز فرمایا اور "الجو الفائحہ لطیب التعین والفاتحہ" کے نام سے ایک جامع رسالہ تصنیف فرمایا۔

امام احمد رضا خان قادری عام مسلمانوں کی فاتحہ، سوئم، چہلم، برسی کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن اس میں غیر ضروری لوازمات کو بے اصل قرار دیتے ہیں، وہ میت کے ایصالِ ثواب کے لئے غرباء کو فوقیت دیتے ہیں اور اس کے سخت خلاف ہیں کہ برادری کے لوگوں کو بلا کر اُنہیں کھانا کھلانے کا اہتمام کیا جائے۔ وہ قبروں پر لوبان، اگربتی وغیرہ جلانے کو مال کا اسراف قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قبروں پر پھول ڈالنا اور ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے مگر ایک سے زائد کپڑے کی چادریں قبر پر ڈالنے سے منع کرتے ہیں اور چادر کے بدلے صاحب مزار کے نام کی خیرات کرنا اور فقراء کو کھانا کھلانا افضل قرار دیتے ہیں۔ شادیوں، شب برات اور دوسری خوشی کے موقع پر آتش بازی کا رواج مسلمانوں میں بھی عام ہو گیا ہے۔ لیکن امام احمد رضا خان قادری نے اس کو قطعاً حرام قرار دیا اور ایسی شادیوں میں شرکت کی ممانعت فرمائی جہاں محرمات شرعیہ کا خطرہ ہو۔ امام احمد رضا خان قادری نے ایسے مواقع پر لوگوں کی ہدایت کے لئے ایک خاص رسالہ جس کا تاریخی نام "ھادی الناس فی رسوم الاعراس" تحریر فرمایا۔

امام احمد رضا خان قادری نے ہر مرحلہ میں ملت اسلامیہ کی کامل رہنمائی فرمائی۔ آپ نے کماحقہ تجدید و اصلاح کا حق ادا کیا اور مستقبل میں آپ کی بے مثل و بے نظیر تصنیفات ملت اسلامیہ کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔

امام احمد رضا خان قادری کے کارناموں میں آپ کا فروغ اہل سنت کے لئے دس نکاتی فارمولہ بھی شامل ہے آپ فرماتے ہیں کہ عظیم الشان مدارس کھولے جائیں اور باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔ تاکہ قوم مسلم کا زیادہ سے زیادہ رجحان مدارس کی طرف ہو اور وہ اپنے عقائد کی حفاظت کر سکیں۔ لیکن اگر جائزہ لیں تو ہمارے مسلمان بھائی اپنے بچوں کو مدارس کے بجائے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھیجنا زیادہ پسند کرتے ہیں کیونکہ ان کی نظر میں وہاں تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ عمدہ نظم و ضبط اور ان کے مستقبل پر بھی غور کیا جاتا ہے۔ رہ گئے ہمارے مدارس تو گنتی کے ہی ہوں گے جہاں بہترین نظم و ضبط کے ساتھ ساتھ تعلیم کے اعلیٰ زیور تعلیم سے طلبہ کو آراستہ کیا جاتا ہو گا اور ان کے مستقبل کا کوئی انتظام کیا جاتا ہو گا۔

ہم غور کریں کہ کیا ہم نے عظیم الشان مدارس کھولے یا کھلوائے؟ کیا ہم نے عظیم الشان مدارس میں کسی قسم کا تعاون کیا؟ کیا ہم نے اپنے مدارس میں باقاعدہ تعلیم کا انتظام کیا؟ کیا ہمارے مدارس کی تعلیم و تربیت کا نظم و ضبط درست ہے؟ دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں: مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت بلا قیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔ اب ہم ذرا خود سے پوچھ لیں کہ کیا ہمارے مذہبی اخبار شائع ہو رہے ہیں؟ کیا ہم نے مذہبی مضامین شائع کرنے اور اُنہیں قیمتاً یا بلا قیمت تقسیم کرنے میں کوئی کوشش کی؟ یا ایسا کرنے کی صلاحیت رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی، اُنہیں مالی مدد فراہم کی؟

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر زمانے میں لادینی قوتوں نے اسلام اور اسلامی شخصیات کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ یہی کچھ امام احمد رضا خان قادری کے ساتھ بھی ہوا کہ کچھ لوگوں نے جان بوجھ کر یا نادانی میں امور بدعات و خرافات کو فاضل بریلی قدس سرہٗ کی جانب منسوب کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اگر آپ کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے کسی نئے دین کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ پوری زندگی قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کرنے کی کوششیں کی۔ آج مزاراتِ اولیاء پر خرافات کی محفلیں سجائی جاتی ہیں، بعض لوگ ان خرافات کو امام احمد رضا خان قادری کے کھاتے میں ڈالتے ہیں جو کہ بہت سخت قسم کی

خیانت ہے۔ اسی طرح آج کل کچھ لوگ عقیدت میں آکر مزارات کو سجدہ کرتے ہیں اور اسلام کے اصول سے بے خبر ہیں کہ ہماری شریعت نے غیر اللہ کے لئے سجدۂ عبادت کو کفر و شرک اور سجدۂ تعظیمی کو حرام قرار دیا ہے۔

اس سلسلہ میں امام احمد رضا خان قادری نے "الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ" کے نام سے ایک مبسوط رسالہ لکھا جس میں متعدد قرآنی آیات، چالیس احادیث مقدسہ اور تقریباً ڈیڑھ سو نصوص فقہیہ سے یہ ثابت کیا کہ عبادت کی نیت سے غیر اللہ کو سجدہ کرنا شرک و کفر ہے اور تعظیم کی نیت سے حرام۔ اس کی دلیل میں آپ یہ حدیث بھی نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو سجدہ کرنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مخلوق کو جائز نہیں کہ وہ کسی کو سجدہ کرے ماسوائے اللہ تعالیٰ کے۔ (مدارک التنزیل)

سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر امام احمد رضا خان قادری فرماتے ہیں: "غیر خدا کو سجدہ عبادت شرک ہے سجدہ تعظیمی شرک نہیں مگر حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ متواتر حدیثیں اور متواتر نصوص فقہیہ سے اس کی حرمت ثابت ہے۔ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحریم پر چالیس حدیثیں روایت کیں اور نصوص فقہیہ کی گنتی نہیں، فتاوٰی عزیزیہ میں ہے کہ اس کی حرمت پر اجماع امت ہے۔" (فتاوٰی رضویہ:22 / 565)

کچھ لوگ کم علمی اور نادانی کی وجہ سے بڑے بڑے علماء کے آگے زمین کو بوسہ دیتے ہیں اس سلسلے میں امام احمد رضا خان قادری نے فرمایا: یہ فعل حرام ہے لہٰذا! یہ فعل کرنے والا اور اس سے خوش ہونے والا (دونوں) گنہگار ہیں، اس لئے کہ یہ کام بت کی عبادت سے مشابہت رکھتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کرنے والا کافر ہو جائے گا یا نہیں؟ اگر اس نے یہ کام بطورِ عبادت کیا اور اس کی تعظیم کی تو بلا شبہ کافر ہو گیا اور اگر تعظیم و بزرگی کی خاطر ایسا کیا تو کافر نہ ہوا لیکن پھر بھی گنہگار ہوا۔ گناہ کبیرہ بجالانے والا ہوا۔ (فتاوٰی رضویہ، 22/412)

آج کل اولیاء اللہ اور بزرگوں کے مزارات پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ عقیدت میں مزار کو بوسہ دیتے ہیں اور بعض لوگ جہالت کی انتہا کر دیتے ہیں کہ مزار کا طواف شروع کر دیتے ہیں۔ وہ اپنی اندھی عقیدت میں سب کچھ کر گزرتے ہیں جس کی شریعت نے قطعی اجازت نہیں دی۔ آپ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانہ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ دینا نہ چاہیے، علماء اس میں مختلف ہیں اور بہتر بچنا اور اسی میں ادب زیادہ ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، 9/ 528)

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں: بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔ خصوصاً مزارات طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل کیونکر متصور ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، 22/382)

اسی طرح روضۂ رسول ﷺ کے متعلق امام احمد رضا خان قادری فرماتے ہیں: روضہ انور کا طواف نہ کرو، نہ سجدہ کرو، نہ اتنا جھکو کہ رکوع کے برابر ہو۔ حضور کریم ﷺ کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 10/769)

امام احمد رضا خان قادری سے مزارات پر چادر چڑھانے کے متعلق دریافت کیا گیا تو جواب دیا جب چادر موجود ہو اور ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے بلکہ جو دام اس میں صرف کریں اللہ تعالیٰ کے ولی کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دیں۔ (احکام شریعت، حصہ اول ص72)

اسی طرح بعض لوگ مزارات پر جاکر بزرگوں کی قبروں کے سامنے نماز شروع کر دیتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ قبروں کے سامنے نماز پڑھنا جائز ہے۔ ان کے اس قبیح فعل کو بعض حضرات امام احمد رضا خان قادری کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کہ یہ آپ کی تعلیمات کا حصہ ہیں اور آپ نے اپنی تحریروں میں اس کی اجازت دی ہے۔ لیکن اگر امام احمد رضا خان قادری کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات چڑھتے سورج سے بھی زیادہ روشن ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے فتاویٰ یا ملفوظات میں کہیں بھی اس امر کے جواز کا قول تحریر نہیں کیا۔ اس امر کے حرام ہونے کے سلسلے میں آپ احادیث سے استفادہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو نہ ان پر بیٹھو۔ (مسلم و ترمذی بحوالہ فتاویٰ رضویہ: 22/ 451-452)

بزرگوں سے اظہار عقیدت کا ایک طریقہ بعض لوگوں نے یہ بھی ایجاد کیا کہ ان کے فرضی مزارات بنانا شروع کر کے ان کی تعظیم شروع کر دی۔ امام احمد رضا خان قادری نے اپنے زمانے میں اس پر خوب تنقید و تنکیر فرمائی۔ آپ سے سوال ہوا کہ کسی ولی اللہ کا مزار شریف فرضی بنانا اور اس پر چادر وغیرہ چڑھانا اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا سا ادب ولحاظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی مرشد اپنے مریدوں کو فرضی مزار بنانے کی خواب میں اجازت دے تو وہ قول مقبول ہو گا یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ

اصل سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی بات خلافِ شرع امور میں مسموع نہیں ہو سکتی۔

(فتاویٰ رضویہ:9/425)

اسی طرح قبروں پر چراغ اور اگر بتی جلانا ایک معمول بن گیا ہے۔ لوگوں میں یہ رواج بہت عام ہو گیا ہے۔ کچھ لوگوں نے اس امر کو مردے کے لئے باعثِ تسکین سمجھا ہوا ہے۔ امام احمد رضا خان قادری فرماتے ہیں: قبروں کی طرف شمع لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ عود، لوبان وغیرہ کوئی چیز نفس قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ یہ مال کا ضیاع ہے۔ امام احمد رضا خان قادری اس امر کی دلیل میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں: رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی۔ (ترمذی)

اس حدیث کی تشریح میں آپ فرماتے ہیں: یہ لعنت ان لوگوں پر ہے جو بغیر کسی فائدہ کے قبروں پر چراغ جلاتے ہیں ورنہ اگر کوئی قبر کے پاس چراغ اس لئے روشن کرے کہ وہاں آنے جانے والوں کے لئے روشنی ہو یا کوئی وہاں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرنا چاہے تو ایسی صورت میں منع نہیں ہے۔ لیکن احتیاط اس میں بھی یہ ہے کہ چراغ یا شمع کو قبر کے اوپر نہ رکھا جائے بلکہ قبر سے تھوڑا دور رکھا جائے۔ (فتاویٰ رضویہ:9/491)

اسی طرح ہمارے زمانے میں کم علمی اور جہالت کی بناء پر خواتین اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کے مزارات پر جاتی ہیں۔ بعض حضرات نے اس کو بھی امام احمد رضا خان قادری سے منسوب کر دیا کہ انہوں نے عورتوں کو مزارات پر جانے کی اجازت دی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جب آپ سے خواتین کے مزارات پر جانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اس سے منع فرمایا اور سخت تنکیر فرمائی۔ اس سلسلے میں آپ اپنے ملفوظات میں صاحب غنیہ کا قول نقل کرتے ہیں: یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور کس قدر صاحبِ قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک وہ واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے ہیں۔ (غنیۃ المتملی بحوالہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص 315)

اسی طرح اندھی عقیدت کی بناء پر اکثر بے پردہ خواتین کا پیروں، فقیروں اور بزرگوں کے پاس رش لگا رہتا ہے۔ وہ اپنے معمولی معمولی سے مسائل ان سے حل کروانے کے لئے چلی جاتی ہیں۔ امام احمد رضا خان قادری نے

اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے فرمایا اگر کوئی عالمِ شریعت اور واقفِ طریقت بھی ہو تو پھر بھی اس کے پاس خواتین کا بے پردہ ہو کر جانا جائز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے مزید وضاحت فرمائی کہ پردہ کے باب میں پیر و غیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے جو ان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 22/ 205)

آگے فرماتے ہیں: جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ کھلا ہو جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ پیر ہو یا عالم۔

(فتاویٰ رضویہ، 22/ 239-240)

امام احمد رضا خان قادری کی تعلیمات کی روشنی میں روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ خواتین کا بے پردہ ہو کر پیروں، فقیروں، ملنگوں یہاں تک کہ رہبر شریعت و طریقت کے پاس جانا بھی جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ وظائف میں قرآنی آیات اور سورتوں کو معکوس (یعنی الٹا) پڑھتے ہیں، اس سلسلے میں آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے اس امر کے حرام ہونے کے متعلق فرمایا کہ یہ حرام ہے اور اشد حرام، کبیرہ اور سخت کبیرہ قریب کفر ہے۔ یہ تو درکنار سورتوں کی صرف ترتیب بدل کر پڑھنا اس کی نسبت تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کیا ایسا کرنے والا ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو الٹ دے۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص354)

بعض مذہبی طبقوں کی جانب سے یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں جو بدعات و خرافات رائج ہیں وہ امام احمد رضا خان قادری کی تعلیمات ہیں۔ درحقیقت یہ سراسر بددیانتی اور جھوٹ ہے۔ تعصب کی عینک اتار کر حقیقت کی نظروں سے دیکھا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ امام احمد رضا خان قادری اس طرح کی خرافات اور بدعات کا بھرپور رد بلیغ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی کوششیں اسلام میں نت نئی بدعات ایجاد کرنے کے بجائے ان کو ختم کرنے کے لئے ہوتی تھیں۔ لیکن آج آپ کے اور آپ کے عقیدت مندوں کے متعلق بدگمانی کی جاتی ہے کہ انہوں نے ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھی۔ ان بدگمانیوں کی وجہ سے آج امت مسلمہ فرقوں در فرقوں میں بٹتی جا رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ بے بنیاد الزام تراشی سے پہلے ان کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے اور بدگمانیوں کو دور کیا جائے۔ وقت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ امت مسلمہ میں افتراق و انتشار کے بجائے اتفاق و اتحاد پیدا کیا جائے۔

خلیفۂ اعلیٰ حضرت مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی (حیات ودعوتی خدمات)

از: مولانا غلام مصطفیٰ رضوی

فرمانِ الٰہی عزوجل ہے:

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۳۹)﴾

ترجمہ کنز الایمان: تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔ (آل عمران:139)

یہ مومنین کیلئے نوید وبشارت ہے، کامیابی اور غلبے کی، بلاشُبہ جن کے دل ایمان سے لبریز ہیں ان کا ہر کام اشاعتِ اسلام اور عروج مسلمین کیلئے ہوتا ہے، اسلاف نے اپنے علم وعمل اور بلندی کردار کے ذریعے دعوت حق اور تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا، داعیان اسلام نے ان بلاد وامصار میں اسلام کی تبلیغ فرمائی جہاں شرک وکفر اور بدعت کی ظلمتوں نے سایہ کر رکھا تھا، جہاں مادیت غالب اور انسانیت ذلیل و رُسوا تھی، اسلاف نے فروغ اسلام کیلئے قربانیاں بھی دیں، صعوبتیں بھی سہیں، ان کی کوشش ومساعی کامیابی کی کلید ثابت ہوئی۔

بارگاہ الٰہی عزوجل سے انہیں غلبہ عطا ہوا، اس لئے کہ انہوں نے غلبۂ اسلام کیلئے کام کیا اور بعد مرگ بھی وہ تابندہ رہے اور ان کی ذات مشعل ہدایت رہی، انہیں پاکیزہ ہستیوں میں مبلغ اسلام خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی نمایاں منصب رکھتے ہیں۔

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت 15/ رمضان المبارک 1310ھ مطابق 3/ اپریل 1892ء محلہ مشائخاں میرٹھ (یوپی) میں ہوئی، والد ماجد مولانا شاہ محمد عبد الحکیم صدیقی جوشؔ، نعت گو شاعر اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے... آپ کا سلسلۂ نسب 37 ویں پشت میں خلیفۂ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جاملتاہے۔

مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی... میرٹھ کی مشہور درسگاہ مدرسہ عربیہ قومیہ سے 1908ء میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی... عصری علوم بھی حاصل کئے... اٹاوہ اسلامیہ ہائی اسکول سے 1913ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

1917ء میں ڈویژنل کالج میرٹھ سے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا... الہ آباد یونیورسٹی سے 1918ء میں ایل۔ ایل۔ بی کی سند لی... دوران تعلیم مسلم طلبا کی تنظیم مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی تشکیل کی... 1901ء میں پہلا خطاب فرمایا... پنجاب یونیورسٹی سے Oriental Languges میں بھی سند حاصل کی... کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا جن میں عربی، اردو، انگریزی، فارسی، فرنچ، جرمن، جاپانی، افریقی اور افریقہ کی ساحلی زبانیں قابلِ ذکر ہیں۔

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت میں آپ کے والد ماجد مولانا شاہ عبد الحکیم صدیقی نے کافی توجہ دی۔ خود بھی پڑھایا، آپ کے اساتذہ میں امام احمد رضا محدث بریلوی، مولانا شاہ احمد مختار صدیقی، مولانا عبد الباری فرنگی محلی، شیخ احمد الشمس مراکشی مدنی، لیبیا کے صوفی بزرگ حضرت شیخ سید محمد ادریس السنوسی وغیرہ شامل ہیں۔ حکمت کی تعلیم حکیم احتشام الدین سے حاصل کی۔

مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی نے اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کا وافر ذوق پایا تھا... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی سے نسبت نے اس ذوق کو مزید بڑھادیا... آپ کو شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی میاں سے بھی خلافت حاصل تھی۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد سے ہی دنیا کے مختلف ممالک اور جزائر کا تبلیغی دورہ شروع کردیا... فیصل ندیم احمد قادری فرماتے ہیں:

”آپ کے علم وعمل کے ابر گہر بار نے اسلام کی باران رحمت کو کبھی برما پر برسایا کبھی سیلون پر، کبھی ملایا

سیر اب ہوا تو کبھی انڈونیشیا و انڈوچائنا، کبھی چین و جاپان، تو کبھی شام و مصر، کبھی ماریشس وری یونین تو کبھی جنوبی افریقہ و مشرقی افریقہ کی نو آبادیاں، کبھی عرب مسکن بنا تو کبھی عراق کبھی شام و فلسطین غرضیکہ آپ خدمت دین کے لیے مشرق و مغرب، شمال و جنوب ہر جگہ مصروف عمل رہے۔"

یقین محکم

مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی بہترین خطیب تھے... طبیب جسم ہی نہیں طبیب دل بھی تھے... ان کے مواعظ و نصائح دل پر اثر انداز ہوتے... وہ جغرافیائی، لسانی اور تہذیبی حالات کو پیش نظر رکھ کر خطاب کرتے... ان کی گفتگو کا اسلوب عارفانہ ہوتا... برصغیر کے معروف دانشور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے افہام و تفہیم کے دو اصول بیان کئے ہیں... عارفانہ اور جارحانہ، ڈاکٹر صاحب نے عارفانہ طرز کو بہتر و موئثر قرار دیا ہے... اسلاف کا طریقۂ تبلیغ اخلاقی اصولوں سے آراستہ ہوتا تھا... ان کی باتیں دلوں میں اترتی چلی جاتی تھیں... وہ نرم خو ہوتے تھے... وہ جارحانہ تفہیم سے عاری ہوتے تھے... عارفانہ طرز ان کے طریقہ کار کو دل پذیر بنائے ہوئے تھا... اسی اسلوب کو مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی نے اختیار کیا... نتیجے میں اقوام عالم میں ان کی تبلیغ کے بہتر اثرات رونما ہوئے... قلب و نظر اسلام کے اسیر ہو گئے... پھر ہزاروں افراد نے اسلام کی متاع بہا کو پالیا... ایک داعی نے اپنی کاوش و فراست سے متلاشیان حق کو منزل پر پہنچا دیا... وہ سالارِ کارواں تھے۔

انہوں نے اندھیروں میں اجالے پھیلائے... انہوں نے دلوں کے اندھیرے ختم کئے، اور پھر وہ بھی ان کے کارواں میں شریک ہو گئے جو ارباب سیاست تھے، جو ارباب حکومت تھے، جو علم و دانش کی انجمن کے خوشہ چیں تھے... جو حکمت و دانائی کے ستون تھے... اور کیوں نہ ہو کہ علم و حکمت اور سیاست و تدبر کے تمام ضابطے اسلام کے دامن سے ہی پھوٹتے ہیں... مبلغ اسلام کے ہاتھوں کم و بیش 50 / ہزار افراد مشرف بہ اسلام ہوئے ان میں دنیا کی قابل ذکر شخصیات بھی شامل ہیں مثلاً سیلون کے عیسائی وزیر مسٹر ایف کنگسن بیری 1923ء میں مسلمان ہوئے... سیلون میں کولمبو یونیورسٹی کے پروفیسر پادری ریونڈ کنگ بری 1929ء میں مسلمان ہوئے... ٹرینی ڈاڈ کی خاتون وزیر فاطمہ ڈونا وانے 1938ء میں اور بورنیو کی شہزادی گلیڈ لے پال مارنے 1939ء میں مبلغ اسلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا... ماریشس کے فرانسیسی گورنر مروات اور امریکی سائنس داں جارج اینٹونوف بھی آپ کی تبلیغی مساعی سے

مسلمان ہوئے۔

مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی تقابل ادیانِ میں ماہر تھے ... وہ ہر اٹھنے والے سوال کا جواب اسلامی نقطۂ نظر سے دیتے ... اکثر علمی مذاکرات اور مجالس میں غیر مسلم اسکالر اسلام سے متعلق سوالات کرتے اور آپ ایسا مبرہن و مدلل جواب عنایت فرماتے کہ سائل کی تشفی ہو جاتی اور بہت سے افراد حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ... فیصل ندیم احمد قادری لکھتے ہیں: ”ایک مرتبہ ایک عیسائی اسکالر سے مناظرہ ہو رہا تھا اس نے سوال کیا کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن ہدایت کی کتاب ہے تو یہ کتاب 23/ سال کے عرصے میں کیوں نازل ہوئی ایک ہی بار کیوں نہیں نازل ہوئی؟ آپ نے برجستہ جواب دیا کہ آپ نے اتنی تعلیمی اسناد حاصل کیں ہیں وہ اتنے عرصے پڑھنے کے بعد کیوں حاصل کی ہیں ایک ہی دن میں کیوں نہ حاصل کیں؟ ساتھ ہی آپ نے یہ بھی پوچھا کہ آپ 45-40/ سال بعد اتنے بڑے کیوں ہوئے، پیدا ہوتے ہی اتنے بڑے کیوں نہیں ہو گئے آپ کے اس جواب سے عیسائی اسکالر لاجواب ہو گیا۔“

مشہور فلاسفر جارج برنارڈ شا سے 17/ اپریل 1935ء کو جنوبی افریقہ کے شہر ممباسا میں مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی کا ”اسلام اور عیسائیت“ کے موضوع پر مکالمہ ہوا۔ اس گفتگو کے اختتام پر جارج برنارڈ شا کو یہ کہنا پڑا ”تعلیم یافتہ، مہذب اور شائستہ لوگوں کے مستقبل کا مذہب اسلام ہے۔“

کلکتہ میں اسلامیات کے یہودی پروفیسر ڈاکٹر زکرایا سے جب پوچھا گیا کہ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ تو انہوں نے جواب دیا ”میں کہتا ہوں کیا فائدہ؟ جارج برنارڈ شا میری طرف سے جواب دے چکا ہے کہ جب میں اسلام کا مطالعہ کرتا ہوں تو دل بے اختیار چاہتا ہے کہ مسلمان ہو جاؤں لیکن جب خود مسلمانوں کو دیکھتا ہوں تو طبیعت برگشتہ ہو جاتی ہے“۔

اسلام نے حسن اخلاق کی تعلیم دی ہے ... حضور رحمت عالم ﷺ کا ارشاد ہے: ”مسلمانوں میں کامل الایمان وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں“۔ (بحوالہ ابوداؤد)

حضور رحمت عالم ﷺ فرماتے ہیں: ”شرم و حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان والا جنت میں جائے گا اور بے حیائی اور فحش گوئی برائی کا حصہ ہے اور برائی والا دوزخ میں جائے گا۔“ (بحوالہ احمد، ترمذی)

شرم و حیا کو ایمان کا حصہ اور اچھے اخلاق کو ایمان کا درجہ قرار دیا گیا ہے ... جب تک مسلمانوں نے عمدہ اخلاق و بلندی کردار کے مظاہر دنیا کے سامنے پیش کیے داعیانہ سطح پر خوشنما نقوش ظاہر ہوئے ... حسن اخلاق کا اثر تھا کہ روس سے امریکہ تک اور افریقہ کے دور افتادہ علاقوں سے ہندو سندھ اور غرناطہ و یورپ کی وادیوں اور دیگر اماکن عالم تک اسلام کی نسیم فرحاں عطر بیزی بکھیر رہی تھی... حسن اخلاق کا اثر تھا کہ داعیانِ اسلام کے قافلہ سالار حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی کے تبلیغی تسلسل نے دلوں کو اسلام کا گرویدہ بنادیا... حضور رحمت عالم ﷺ کے ارشادات و فرمودات اور اسوہ پر مسلمان جب تک کاربند و عمل پیرا رہے اسلام کا سلسلۂ دعوت و تبلیغ منظم، موثر اور مربوط رہا ... جب سے اغیار کی تہذیب و تمدن کے اثرات مسلمانوں پر ہوئے ہیں، کامیابیاں دور ہوتی جارہی ہیں ... ماضی کی شاندار روایات سے تعلق منقطع ہوتا نظر آرہا ہے ... زندگی کی راحتیں مادیت کی نذر ہو کر رہ گئی ہیں ... یقیں محکم اور عمل پیہم کی دہلیز سے کوسوں دور جا پڑے ہیں ... کردار کی عظمت اور اخلاق کی بلندی ماند پڑتی جارہی ہے ... اور جارج برنارڈ شا جیسا دانشور بھی اسلام کی عظمتوں کے اعتراف کے ساتھ ہی ہماری طبع و کیفیت پر تنقید کرتا ہے ...

ممباسا (افریقہ) میں مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی نے امام احمد رضا محدث بریلوی کے خلیفہ علامہ پروفیسر الیاس برنی کی کتاب ''اسلام'' (انگریزی اڈیشن) جارج برنارڈ شا کو عنایت کی تھی۔ آپ نے جہاں اسلام پر ہونے والے اعتراضات کو رفع کیا، وہیں اسلام کے خلاف مغربی سازش ''قادیانیت'' سے بھی پردہ اٹھایا، اور اس فتنے کے جہاں جہاں اثرات موجود تھے، ہر جگہ پہنچ کر ان کی اسلام دشمنی کو بے نقاب کیا، انہیں چیلنج کیا اور بالآخر انہیں راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔

قادیانیت کے سدباب میں امام احمد رضا محدث بریلوی اور ان کے خلفا نے کلیدی کردار ادا کیا ہے ... امام احمد رضا کے خلیفہ علامہ پروفیسر الیاس برنی کے ساتھ برصغیر میں قادیانی فتنہ کے انسداد میں مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی نے نمایاں خدمات انجام دیں۔

سعی پیہم

مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی 1930ء میں بسلسلۂ تبلیغ سرینام تشریف لے گئے ... سرینام جنوبی امریکہ میں واقع

ہے اور ہالینڈ کے زیر نگیں... سرینام میں مسلم آبادی تیسرے نمبر پر ہے... یہاں مذہبی بیداری اور اسلامی انقلاب کا آغاز مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی کے ورود سے ہوا۔ ان حالات کی عکاسی علامہ بدر القادری مصباحی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"مدتوں کی ترسی پیاسی مسلمانان سرینام کی نگاہوں نے اس عالم ربانی (علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی) کی زیارت سے خود کو نہال کیا۔ علامہ صدیقی علیہ الرحمہ نے ایک حاذق طبیب کی طرح مسلمانان سرینام کے ماحول کی بیماریوں کو نبض پر ہاتھ رکھتے ہی گرفت میں لے لیا... وہ عقیدہ فاسدہ کے جراثیم تھے، جنہیں مرزا غلام احمد قادیانی کے اختلاف نے انگریز گورنمنٹ کی سرپرستی میں مسلمانان سرینام کے ایمانی و اسلامی خون میں شامل کرنا شروع کر دیا تھا... علامہ صدیقی علیہ الرحمہ نے بلا تامل عمل جراحت شروع کر دیا اور ہندوستانی نسل کے مسلمان جو بھولی بھیڑوں کے مانند تھے ان میں چھپے ہوئے بھیڑیوں کی نشاندہی کی... اسلام و مرزائیت کے بُعد المشرقین کو واضح کیا... اس طرح ایک بھٹکتا ہوا قافلہ راہ منزل سے لگ گیا، گمراہی کے اندھیروں میں گم ہو جانے والوں نے "صراط مستقیم" پالی۔

داعیانہ اسفار

آپ کے تبلیغی سفر آخر عمر تک جاری رہے... 1948ء میں پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کرنے کا عزم کیا۔ کراچی سے اپنے سفر کا آغاز کیا... سیلون، ملایا، انڈونیشیا، ری یونین، مڈغاسکر، مشرقی افریقہ، جنوبی افریقہ، حجاز مقدس، مصر، روم، انگلستان، فرانس، گیانا، ڈچ گیانا، ٹرینی ڈاڈ، امریکہ، کناڈا، فلپائن، سنگاپور وغیرہ ممالک کا دورہ مکمل کرنے کے بعد 1951ء میں کراچی آئے۔

مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی کی ذات "آفتاب آمد دلیل آفتاب" کے مصداق تھی... ان کی "دانشِ نورانی" نے عامۃ المسلمین میں اتحاد و اجتماعیت کے لیے تحریک پیدا کی... بلاد یورپ و افریقہ اور دیگر ممالک میں تنظیمیں، فلاحی و تعلیمی ادارے، مساجد و جامعات اور لائبریریاں قائم کیں، جن میں کولمبو کی جامع حنفی مسجد، سنگاپور کی مسجد سلطان، جاپان کی مسجد ناگریا وغیرہ قابلِ ذکر ہیں... 1928ء میں ماریشس میں تنظیم "حزب اللہ" کی بنیاد ڈالی ...1929ء میں سیلون میں "مسلم مشنری" کی بنیاد ڈالی... ماریشس میں "حلقۂ قادریہ اشاعت اسلام" قائم فرمایا... 1933ء میں کولمبو کے نزدیک "غفوریہ عربی اسکول" قائم کیا...1934ء میں ڈربن میں "انٹر نیشنل اسلامک سروس

سنٹر" قائم کیا... 1936ء میں ہانگ کانگ میں "یتیم خانہ" کی بنیاد ڈالی ... 1939ء میں ماریشس میں "مسلم یونیٹی بورڈ" اور "مسلم یوتھ بریگیڈ" قائم فرمایا... 1949ء میں کمیونزم کے خلاف ایک تنظیم کی تشکیل فرمائی... اسی سال قاہرہ میں بھی ایک تنظیم کی بنیاد رکھی... مذاہبِ عالم پر آپ کا مطالعہ کافی وسیع اور گہرا تھا... 1928ء میں بنکاک کی رائل لائبریری میں بدھ مت پر ریسرچ کی... انڈونیشیا میں عیسائی مشنریوں کے حملوں کا علمی انداز میں سد باب کیا... مستشرقین کے اسلام پر تنقیدی حملوں کا دنداں شکن جواب دیا... 1950ء میں پوپ پال کو ان کے لادینی محرکات کے پیش نظر مکتوب بھیج کر سرزنش کی۔

صحافت

مسلمانوں نے صحافت کو بھی اہمیت دی ہے... امام احمد رضا محدث بریلوی نے اشاعت اسلام کا اہم ذریعہ صحافت کو قرار دیا ہے اور فتاویٰ رضویہ 12/ویں جلد میں اخبارات و جرائد کی ترویج کی تعلیم دی ہے... اس پہلو کے پیش نظر مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی نے صحافت پر بھی توجہ دی... کئی ممالک سے اسلامی میگزین و جرائد کا اجراء فرمایا... سیلون سے "اسٹار آف اسلام" ڈربن سے "دی مسلم ڈائجسٹ" سنگاپور سے "رئیل اسلام" اور "دی جینوئن اسلام" ٹرینی ڈاڈ سے "مسلم اینوول" امریکہ سے "اسلامی دنیا" اور "دی امریکہ" جاری فرمایا۔

تصانیف

آپ نے تصنیف و تالیف پر بھی توجہ دی ... متعدد زبانوں میں کتابیں لکھیں... ذیل میں آپ کی تصانیف کی فہرست دی جاتی ہے:

(1) حقیقۃ المرزائین (عربی)
(2) ذکر حبیب (اردو)
(3) کتاب التصوف (اردو)
(4) بہار شباب (اردو)
(5) صوت الحق (اردو)
(6) مرزائی حقیقت کا اظہار (اردو)
(7) احکام رمضان (اردو)
(8) دیوبندی مولویوں کا ایمان

انگریزی کتابیں:

(9)Elementary Teaching of Islam

(10)Principles of Islam

(11)Quest of True Happiness

(12)How to Face Communism

(13)Islam's Answer to the Challenge of Communism

(14)Women and their Status in Islam

(15)A Shavian and a theologian

(16)The Forgotten Path of knowledge

(17)Codification of Islamic law

(18)How to Preach Islam?

(19)What is Islam? (Lecture)

سرگرمیاں

آپ نے مسلمانوں کے وسیع تر مفاد کے پیش نظر سیاست میں بھی حصہ لیا... دیانت اور سچائی کے اصولوں پر سیاسی سرگرمیاں انجام دیں... تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے سلسلے میں 1922ء میں اہم سرگرمیاں انجام دیں...1924ء میں حکومت مکہ نے مسلم کانگریس یروشلم میں شرکت کیلئے مدعو کیا...1930ء میں سیلون میں گرین پمفلٹ تحریک کا آغاز کیا... چار حج کئے... تیسرے سفر حج پر عبد العزیز بن سعود سے مل کر حج کے ناجائز ٹیکس کو باقاعدہ منسوخ کروایا...اس موضوع پر عربی میں ایک کتاب بھی لکھی... محمد علی جناح نے آپ کو سفیر برائے مصر بننے کی پیش کش کی؛ جسے آپ نے منظور نہیں کیا۔

ایک تحریک

مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی ایک فرد تھے، مگر تحریک کا کام انجام دیا... جس علاقے میں پہنچتے تنہا جاتے اور جب واپس ہوتے تو سینکڑوں افراد دامنِ اسلام سے وابستہ ہو چکے ہوتے...وہ شیخ طریقت بھی تھے... یہ عشق رسالت مآب

ﷺ کا فیضان تھا کہ آپ کے علم و فضل کی بارانِ رحمت سے دنیا کے بیشتر خطے سیراب ہوئے... آپ کی علمی جلالت اور خدمات دینیہ کے معترف وہ بھی ہیں جو اربابِ اقتدار ہیں، جو اہلِ علم و دانش ہیں... آپ کی کئی ایک کتابیں مالیگاؤں سے نوری مشن نے شائع کی ہیں۔ اور ممبئی سے برادرم محمد زبیر قادری نے۔

القاب

آپ کی ہمہ جہت شخصیت، عظیم خدمات کے سبب مختلف القاب و آداب سے مشہور و معروف ہے... آپ ''مبلغ اسلام'' بھی کہے جاتے ہیں اور ''علیم الرضا'' بھی... ''سفیر اسلام'' بھی کہے جاتے ہیں اور ''His Exalated Eminence'' بھی۔

امیدوں کے چراغ

مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی نے مایوسیوں کے اندھیروں میں امیدوں کے چراغ روشن کئے... موجودہ حالات میں اقوام عالم کے اسلام پر پے درپے تنقیدی اقدامات اور تہذیبی و تمدنی حملے کے پیش نظر ضرورت ہے کہ مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی کی زندگی کے مبارک و تابناک نقوش کو مشعل راہ بنا کر اشاعت اسلام اور غلبۂ اسلام کیلئے اقدامات کئے جائیں، اسلام کی صحیح تعلیمات سے مذاہب عالم کو متعارف کرائیں بایں حالات شبستان حیات میں اسلاف کرام کی حیات مبارک کے پاکیزہ نقوش کو آویزاں کرلیں تو اقوام عالم میں سرخروئی پاسکتے ہیں... مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی کی زندگی کے شب و روز ہمیں نیا جوش و ولولہ اور عزمِ محکم عطا کررہے ہیں، پیام سحر دے رہے ہیں۔

وصال

22و23/ ذی الحجہ 1373ھ (اتوار و پیر) کی درمیانی شب مطابق 22 اگست 1954ء، دیار محبوب مدینۃ الرسول ﷺ میں سبز گنبد کی نکہتوں میں؛ علیم الرضا سفیر اسلام مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی کا وصال بعمر 63/ سال ہوا... نمازِ جنازہ خلیفۂ امام احمد رضا قطبِ مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین مہاجر مدنی نے پڑھائی، بہرِ مدفن ارض عنبریں جنت البقیع میں ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں جگہ پائی۔

علیمِ خستہ جاں تنگ آ گیا ہے دردِ ہجراں سے
الٰہی! کب وہ دن آئے کہ مہماں محمد ﷺ ہو

کتابیات

(1) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، آئینۂ رضویات، جلد چہارم، مرتب: محمد عبدالستار طاہر، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی 2005ء

(2) بدر القادری مصباحی، علامہ، جادہ ومنزل، مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارکپور

(3) ماہنامہ سیدھا راستہ لاہور، اپریل 1997ء

(4) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، مئی 1996ء

(5) ماہنامہ کنزالایمان دہلی، مارچ 2004ء

(6) ماہنامہ جہان رضا لاہور، "علامہ شاہ احمد نورانی نمبر"

(7) اردو بک ریویو دہلی، اکتوبر 2003ء، مقالہ "اسلامیات کا یہودی پروفیسر"

(8) سہ ماہی افکار رضا بمبئی، جولائی تا دسمبر 2002ء

(9) How to Preach Islam?, Introduction Maulana Shah Abdul Aleem Siddiqui, Mumba

امام اہلسنت علیہ الرحمہ ایک عظیم فقیہ

از: مولانا احمد رضا چشتی

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمہ ایسے وقت میں پیدا ہوئے جب دشمنان اسلام ایڑی چوٹی کا زور لگا کر دین اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کر رہے تھے، ہر طرف فتنوں نے سر اٹھا رکھا تھا، غیروں سے کیا شکایت اپنے بھی دین اسلام کا لبادہ اوڑھے غیروں کی صفوں میں کھڑے ہو گئے تھے، ایسے وقت میں ضرورت اس امر کی تھی کہ ایسا مرد مجاہد آئے جو اس امت کی ڈوبتی کشتی کو کنارے لگائے اور ان فتنوں کی سرکوبی کرے۔

اللہ عزوجل نے اس امت پر کرم فرمایا امام احمد رضا علیہ الرحمہ جیسا مرد مجاہد عطا فرمایا۔ آپ نے جس فتنے کی سرکوبی کی وہ فتنہ دوبارہ سر نہ اٹھا سکا، اعلیٰ حضرت کا قلم دشمنان اسلام کیلئے تلوار کی مانند تھا، سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

کونسا ایسا میدان ہے جس کے آپ شہسوار نہ ہوں کم و بیش سو علوم پر آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی کچھ ایسے فنون بھی تھے جن کے موجد ہی آپ تھے، ہم جب آپ کے نعتیہ کلام حدائق بخشش کو پڑھتے ہیں تو آپ میں رومی و جامی کا سوز نظر آتا ہے اور جب آپ کے فقہ حنفی کے عظیم انسائیکلوپیڈیا العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ میں امام اعظم کے اصحاب کی جھلک نظر آتی ہے۔

آپ بیک وقت ایک عظیم فقیہ، عظیم مفسر، عظیم محدث، عظیم شاعر سب سے بڑھ کر آپ عظیم عاشق رسول تھے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

آپ کی فقہی بصیرت پر چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں ملاحظہ فرمائیں:

دس سال کی عمر میں اصول فقہ کی معرکۃ الآرا کتاب مسلم الثبوت کی بسیط شرح تصنیف فرمائی۔

تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کی عمر میں تمام علوم مروجہ درسیہ سے فراغت حاصل کر کے باقاعدہ تدریس کا آغاز فرمایا اور منصب افتاء کی ذمہ داری سنبھالی۔ اور پہلا فتویٰ "حُرمتِ رضاعت" (یعنی دودھ کے رشتے کی حُرمت) پر تحریر فرمایا۔

فتاویٰ رضویہ سے چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا ضروری ہے اور جمع بین الصلاتین ناجائز ہے اس موضوع پر آپ نے ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا، جس میں قرآن عظیم کی سات آیات اور احادیث کی مشہور و مستند کتابوں سے چھتیس حدیثیں پیش فرمائیں۔ (جلد 5 صفحہ 159، حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین)

نماز جنازہ دوبارہ پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ آپ نے اس سوال کی مکمل تنقیح فرما کر دس نوعوں میں بحث فرمائی اور فقہ کی مستند اور متداول کتابوں سے 207 حوالے اور عبارتیں پیش کیں بلکہ ایک دوسرے مقام پر خاص اسی مسئلے میں کتب فقہ کی چالیس عبارتیں اور حدیثیں ذکر کیں۔ (جلد 9، صفحہ 269، النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنازہ)

جلیل القدر فضلاء کی تصانیف میں تیمم صحیح ہونے کے لئے پانی نہ ملنے کی زیادہ سے زیادہ دس بیس صورتیں نظر آتی ہیں اور بعض فقہا کی کتابوں میں بہت مشکل سے چالیس سے پچاس تک ہی صورتیں ملتی ہیں لیکن اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی جولانیت علمی, فقہی بصیرت اور جودت طبع دیکھئے کہ آپ جب پانی سے عجز کی صورتیں گنوانے پر آتے ہیں تو ترتیب وار پونے دوسو صورتیں بیان فرمادیتے ہیں اور اسی مسئلہ سے متعلق مسائل پر جو آپ نے علمی تحقیق پیش فرمائی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ (جلد 3، صفحہ 311، حسن التعمم لبیان حد التیمم)

ایک جھلک جد الممتار علی رد المحتار سے ملاحظہ فرمائیں:

در مختار باب المیاہ سے پہلے فروع میں ایک مسئلہ کا مستدل جس حدیث کو بنایا گیا اس سے یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا

قرآن مجید رسول اللہ ﷺ سے بھی افضل ہے یا نہیں؟ بعض علماء اثبات کے قائل ہیں بعض نفی کے

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حضور ﷺ سے افضل ہے اور یہ مسئلہ اختلافی ہے زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ توقف کیا جائے۔(درالمختار، جلد 1، صفحہ 355، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ)

سیدی اعلیٰ حضرت جد الممتار میں (والاحوط الوقف) کے تحت فرماتے ہیں:

لاحاجة الی الوقف والمسئلة واضحة الحکم عندی بتوفیق اللہ تعالی إلی آخرہ

ترجمہ: توقف کی کوئی ضرورت نہیں میرے نزدیک خدا کی توفیق سے مسئلے کا حکم واضح ہے۔

اس لیے کہ قرآن سے اگر مصحف یعنی کاغذ اور روشنائی مراد ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ حادث ہے اور ہر حادث مخلوق ہے اور جو بھی مخلوق ہے اس سے نبی کریم ﷺ افضل ہیں، اگر قرآن سے مراد کلام باری تعالیٰ ہے جو اس کی صفت ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صفات باری تعالیٰ جمیع کائنات سے افضل ہیں، اور مخلوق جو غیر خدا ہے بھلا اس کی صفت کے برابر کیونکر ہو جو غیر ذات نہیں اس کا ذکر بلند ہو، ہماری اس ترجیح سے دونوں مختلف قولوں میں تطبیق بھی ہو جائے گی یعنی جن علماء نے قرآن کو افضل بتایا انکی قرآن سے مراد کلام الٰہی صفت خداوندی ہے صفات باری تعالیٰ بلاشبہ ساری کائنات سے افضل ہیں

اور جن علماء نے نبی کریم ﷺ کو قرآن سے افضل بتایا ان کی قرآن سے مراد مصحف ہے، جو کاغذ اور قلم کا مجموعہ ہے یقیناً نبی کریم ﷺ اس سے افضل ہیں۔(جد الممتار، جلد 1، صفحہ 521، مطبوعہ المدینۃ العلمیہ دعوت اسلامی)

یہ ہے سیدی اعلیٰ حضرت کی فقاہت فی الدین اور دقت نظر مسئلے کا حل بھی اور کلماتِ علماء میں تطبیق بھی جو بجائے خود ایک مشکل فن ہے۔ آخر میں سیدی اعلیٰ حضرت کی فقاہت فی الدین کے ایک اور پہلو کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا۔ آپ نے جتنی کتب تصنیف فرمائیں ان کتب کے ناموں میں بھی آپ کی علمیت جھلکتی ہے۔

مثال کے طور پر جب سیدی اعلیٰ حضرت کسی کتاب کا نام لکھتے ہیں تو اس کتاب کے نام میں چار خصوصیات ہوتی ہیں:

کتاب کا نام عربی زبان میں ہو گا۔

کتاب کا نام ایسا ہو گا کہ جس سے اس کتاب کے اندر بیان کردہ موضوع کا پتہ چل جائے گا۔

کتاب کا جو نام ہو گا وہ دو حصوں پر مشتمل ہو گا اور پہلے حصے کے جو آخری حروف ہوں گے وہ وہی ہوں گے جو دوسرے حصے کے آخر کے ہوں گے۔

سیدی اعلیٰ حضرت کی کسی کتاب کے نام کے حروف کو اگر لکھا جائے اور علم ابجد کے اعتبار سے اسکے اعداد کو جمع کیا جائے تو اعلیٰ حضرت نے جس سال کے اندر وہ کتاب لکھی ہو گی اس سال اور کتاب کے نام کے اعداد ایک ہوں گے۔ جیسے سیدی اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب کا نام ہے:

منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین

اس پر غور کریں، پہلی خصوصیت کہ عربی زبان میں نام ہے، دوسری خصوصیت کہ اس کتاب کے نام سے موضوع کا پتہ لگ رہا ہے کہ یہ کتاب انگوٹھے چومنے کے احکام پر لکھی گئی ہے کیونکہ اس کے نام کا ترجمہ ہے:

انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا

تیسری خصوصیت کہ اس کتاب کے نام کے دو حصے ہیں اور دونوں کے آخر کے حروف ایک ہیں۔ چوتھی خصوصیت یہ کتاب 1301 ھجری میں لکھی گئی اور اس کتاب کے نام کے اعداد کو جمع کیا جائے تو وہ بھی 1301 بنتے ہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت کی فقاہت پر میں نے مختصر جھلک پیش کی ہے ورنہ جد الممتار اور فتاویٰ رضویہ کا ایک ایک حرف سیدی اعلیٰ حضرت کے عظیم فقیہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے:

"عقیدۂ ختم نبوت" کے تحفظ میں 1899ء میں "جَزَاءُ اللهِ عَدُوَّہ بِاِبَاہ خَتمِ النُّبُوَّة"، 1902ء میں "اَلسُّوْءُ وَالعِقاب عَلَى المَسِیحِ الکَذَّاب"، 1905ء میں "قَهرُ الدَّیَّان عَلٰی مُرتَدٍّ بِقَادِیَان"، 1908ء میں "اَلمُبِین خَتْمُ النَّبِیِّین" اور 1921ء میں اپنی زندگی کی آخری کتاب "اَلجُرَازُ الدَّیَّانِی عَلَى المُرْتَدِّ القَادِیانِی" تحریر فرما کر قادیانی فتنے کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں۔ یہ پانچوں رسائل فتاویٰ رضویہ (رضا فاؤنڈیشن لاہور) جلد 14 اور 15 میں موجود ہیں۔

آہ!

محسن ملت علامہ الحاج صبغۃ اللہ مصباحی بھی سفر آخرت کے راہی ہوئے

از: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ النبی الامین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ اجمعین

دنیائے اہل سنت اس خبر وحشت اثر سے غم و حزن میں ڈوب کر رہ گئی کہ عصر حاضر کی ایک عبقری علمی و روحانی شخصیت حضرت علامہ الحاج الشاہ صبغۃ اللہ مصباحی بھی سفر آخرت کے راہی بن گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

آہ صد آہ!

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ الحاج صبغۃ اللہ مصباحی رحمۃ اللہ علیہ دنیائے اہل سنت میں کسی تعارف کے محتاج نہیں، اسلام و سنیت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے آپ کی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ استاذ العلماء اور محسن ملت کے القاب سے ملقب تھے۔

ہندوستان کے صوبہ بہار کے ضلع دربھنگہ کے مردم خیز خطہ ملک پور کے ایک نہایت ہی خوش حال اور متدین گھرانے کے سربراہ حضرت حافظ عبدالسبحان رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں 18 جمادی الاولی 1369ھ۔ 8مارچ 1950ء میں ایک باسعادت بچے کی ولادت ہوئی جسے "صبغۃ اللہ" کا نام دیا گیا جو آگے چل کر اسم بامسمی ثابت ہوا۔

آپ کے والد گرامی نے آپ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی۔ آپ کو ابتدائی تعلیم اپنی آغوش تربیت میں دینے کے بعد آپ کو جمشید پور میں رئیس التحریر سلطان المناظرین علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ (م:1423ھ،2002ء) کی خدمت میں بھیج دیا وہاں آپ نے ادارہ فیض العلوم سے اولی تا ثالثہ تعلیم حاصل کی۔ پھر وہاں سے آپ 1379ھ /1960ء میں مبارک پور میں اہل سنت کی معروف درس گاہ جامعہ اشرفیہ میں داخل ہوئے اور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (م:1396ھ /1976ء) کی بارگاہ میں زانوئے ادب بچھایا۔ یہاں آپ کی علمی لیاقت اور قائدانہ صلاحیت میں نکھار آیا، آپ کی علمی تشنگی دور ہوتی چلی گئی۔ آپ نے جامعہ اشرفیہ میں ثالثہ تا فضیلت تعلیم حاصل کی اور یہاں ہی سے 1390ھ /1970ء میں سند فراغت اور دستار فضیلت سے مشرف ہوئے۔

فراغت اور دستار فضیلت کے بعد حضرت حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "بیٹے صبغۃ اللہ! تمہیں گوپال گنج کے غیر معروف گاؤں بنکی کھال جانا ہے اور وہیں مستقل طور پر سکونت اختیار کرتے ہوئے دین وسنیت کا ڈنکا بجانا ہے، گم گشتگان راہ کو جادۂ مستقیم پر گامزن کرنا ہے، رشد وہدایت اور تعلیم وتربیت کی شمع روشن کرنی ہے۔"

علامہ صبغۃ اللہ مصباحی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد محترم کے حکم پر اپنا سر تسلیم خم کیا اور بغیر کسی سوچ بچار، کسی تردد اور قیل وقال کے آپ بنکی کھال گوپال گنج بہار میں جلوہ بار ہوئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کا نہایت ہی گرم جوشی سے والہانہ استقبال کیا۔ آپ کے روشن چہرے کی زیارت اور عالمانہ جاہ وجلال کی سرمستیوں سے لوگوں کے قلوب خوشی سے مچل اٹھے۔ بس پھر کیا تھا آپ کے حسن سلوک اور تعلیم وتربیت سے لوگ آپ کے قریب آتے گئے اور آپ کے گرویدہ ہوتے گئے اور پھر عشق ومستی کا ایک کارواں بنتا گیا۔

بنکی کھال ایک نہایت ہی دور افتادہ علاقہ تھا جہاں ہر قسم کی سہولتوں کا فقدان تھا۔ گاؤں کے چہار جانب جنگل، جھاڑیاں اور باڑیاں تھیں۔ یہاں درس و تدریس اور اسلام و سنیت کی تبلیغ جان جوکھوں کا کام تھا لیکن آپ نے یہاں اپنے عین عالم شباب میں دین و سنیت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے شب و روز ایک کر دیئے، لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔ آپ نے بنکی کھال میں دارالعلوم ضیاء الاسلام کا قیام عمل میں لایا جہاں آپ کی محنت شاقہ سے کثیر تعداد میں حفاظ کرام اور علمائے کرام نکلے جنہوں نے نہ صرف ہندوستان کے دور دراز علاقوں بلکہ بیرون ہندوستان میں بھی جاکر درس و تدریس کے فرائض سرانجام دے کر اسلام کے ڈنکے بجائے۔

آپ نے بنکی کھال میں جامعۃ السنیہ للبنات کا قیام بھی عمل لایا جہاں سے ہماری شہزادیاں تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ ہو کر قرآن و حدیث کی خوشبو کو چہار دانگ عالم میں پھیلا رہی ہیں۔

آپ کے دم قدم سے بنکی کھال کا جنگل منگل بن کر رہ گیا۔ یہاں دینی انقلاب برپا ہوا، جہالت کے دبیز پردے چاک ہوئے اور ہر طرف علم و عرفاں کی روشنی پھیلی۔ بے شمار گم گشتگان راہ راہِ راست پر آئے۔

سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف بنکی کھال بلکہ اس کے اطراف میں ہزاروں بستیوں میں جو آج علم و ادب، مساجد و مدارس اور صلوۃ و سلام کی جو دھوم نظر آرہی ہے یہ سب حضرت علامہ صبغۃ اللہ مصباحی رحمۃ اللہ علیہ کی مرہونِ منت اور ان تھک کاوشوں کا ثمرۂ شیریں ہے۔

حضرت علامہ صبغۃ اللہ مصباحی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب زیست کے اگر ایک ایک صفحے کا جائزہ لیں تو آپ کی حیات مستعار جہد مسلسل سے عبارت نظر آتی ہے۔ بلاشک و شبہ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن، ایک تحریک اور ایک ادارے کی حیثیت رکھتے تھے۔

آپ سے بے شمار علما و مشائخ نے اکتسابِ فیض کیا ہے۔ ان سب کا احاطہ تو یہاں ممکن نہیں البتہ آپ کے مشاہیر تلامذہ میں مولانا فیروز بخت القادری، مفتی بدر عالم مصباحی، مولانا شہادت حسین، مولانا صدر عالم، مولانا رحمت اللہ صدیقی، مفتی نصیر الدین، مولانا انظار الحق، مولانا مزمل حسین، مفتی محمد عالم مصباحی، مولانا مرتضیٰ، ڈاکٹر ظفر اللہ جیلانی مصباحی، مولانا رحیم اللہ، مولانا عین الحق، مولانا شعیب، مولانا مشتاق، مولانا صلاح الدین اشرفی، مولانا اسلم مینائی، مولانا سجاد عالم رضوی، مولانا نیاز، حافظ شہاب الدین، حافظ کلام، حافظ غلام نبی، مولانا رفیع احمد، مولانا علی

اکبر، مولانا صغیر احمد، حافظ مجیب الرحمٰن، مولانا ریاض نعیمی، قاری شکیل، حافظ رفیع اللہ اور حافظ ذاکر کے اسمائے گرامی نہایت ہی روشن اور نمایاں ہیں۔

کس کس کا انتخاب کروں کس کا نام لوں
جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے

ان تمام تلامذہ میں ایک سے ایک بڑھ کر ہے۔ تمام لعل و گوہر ہیں، ہر ایک اپنی ذات میں علم و عرفاں کا ایک وسیع جہان لئے ہوئے ہے۔ ان میں نہ صرف مدرسین، مقررین، واعظین شامل ہیں بلکہ ان میں مفکرین و مدبرین اور مصنفین بھی شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو شہزادے اور چار شہزادیوں سے نوازا ہے۔ بڑے شہزادے امان اللہ نہایت ہی لائق و فائق انجنیئر، بزنس مین اور بلڈر ہیں۔ دوسرے شہزادے ڈاکٹر مولانا حافظ قاری ظفر اللہ جیلانی سبحانی مصباحی ہیں جو اپنے والد گرامی کی نہ صرف کامل شبیہ بلکہ ان کے حقیقی وارث اور جانشین ہیں۔

علامہ صبغۃ اللہ مصباحی رحمۃ اللہ علیہ نے دم آخریں تک اپنے استاذ مکرم حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے اس حکم کی لاج رکھی جو انہوں نے آپ کو سند فراغت عطا فرماتے ہوئے آپ کے گوش گزار فرمایا تھا کہ "بنکی کھال میں مستقل سکونت اختیار کرتے ہوئے دین وسنیت کا ڈنکا بجانا ہے۔"

یوں آپ دین وسنیت کا ڈنکا بجاتے ہوئے بنکی کھال گوپال گنج بہار میں 8 رمضان المبارک 1446ھ۔9 مارچ 2025ء کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے سفر آخرت کے راہی بن گئے۔

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گئے ،مگر پا نہ سکو گے

موتُ العالِم موت العالَم، ایک عالِم کی موت ایک جہاں کی موت ہے۔ آہ صد آہ، علما کے اٹھنے سے علم اٹھتا جارہا ہے، اندھیرا چھارہا ہے۔ جانے والے کا نعم البدل تو درکنار بدل کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا، لیکن موت ایک اٹل حقیقت ہے ہر ایک نے اس کا ذائقہ لازمی چکھنا ہے۔

یا اللہ! ہم غربائے اہل سنت پر رحم فرما، ہمیں علماو عرفا کے سایہ سے محروم نہ فرما۔ آمین

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل علامہ صبغۃ اللہ مصباحی رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، ان کے فیوض وبرکات کو تادیر جاری وساری فرمائے اور ہم سمیت تمام کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین و خاتم النبیین۔

شریک غم و پر نم

دعا گو و دعا جو

گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

خلیفۂ مجاز بریلی شریف

سرپرست اعلیٰ: سہ ماہی مجلہ "سوئے طیبہ" (آن لائن)

ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

قرآن مجید میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

ترجمۂ کنزُ الایمان: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

(پ6، المائدہ:2)

آہ!

مبلغ اسلام علامہ حافظ مفتی عبد النبی حمیدی عطاری داعی اجل کو لبیک کہہ گئے

از: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ النبی الامین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

اس دل خراش خبر نے ہم غربائے اہلسنت کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے کہ مبلغ اسلام علامہ حافظ مفتی عبد النبی حمیدی عطاری بھی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

علامہ حافظ مفتی عبد النبی حمیدی عطاری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 13 ربیع الآخرة 1386ھ۔ 1 اگست 1966ء کو مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع بہاولنگر کے مردم خیز خطہ پرانی چشتیاں شریف میں ایک علمی و روحانی خانوادے میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی استاذ العلماء مولانا حافظ محمد عبد الکریم رضوی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (پ: 1338ھ۔ 1920ء۔ م: 1398ھ / 1978ء) حافظ قرآن، عالم با عمل، فاضل دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف، تلمیذ رشید محدث اعظم پاکستان، مدرس جامعہ فخر المدارس دربار عالیہ مہار شریف چشتیاں اور استاذ العلماء تھے۔

علامہ حافظ مفتی عبد النبی حمیدی عطاری رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن وحدیث کی تعلیم کے حصول کا جذبہ اپنے والد بزرگوار سے ورثہ میں ملا تھا۔ آپ نے حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم پرانی چشتیاں شریف میں اپنے والد گرامی اور دیگر علمائے کرام سے حاصل کر کے جامعہ نعیمیہ لاہور میں داخلہ لیا۔

وہاں ابتدائی درجات پڑھ کر استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول علامہ مفتی ارشاد احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م:1437ھ۔2016ء) اڈہ چھب ضلع خانیوال سے شرف تلمذ پایا۔ دورۂ حدیث شریف جامعہ مظہر اسلام ہارون آباد ضلع بہاولنگر سے کیا، یہاں سے آپ آسمان علم وفضل کے آفتاب بن کر نکلے اور آپ کی علمی وروحانی شعاعیں دور دور تک پہنچیں۔ دنیائے علم وفضل آپ کو ایک جید عالم دین، کہنہ مشق مدرس، مفسر قرآن، حاضر دماغ مفتی، متواضع ومنکسر المزاج، متاثر کن خطیب اور ہر دل عزیز مبلغ اسلام کی حیثیت سے جانتی ہے۔ مبدائے فیاض نے آپ کو بیک وقت اردو، عربی اور انگلش زبان میں مہارت تامہ ودیعت فرمائی تھی۔

آپ نے شہزادۂ قطب مدینہ مولانا حافظ فضل الرحمن مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م:1423ھ/2002ء) کے دست حق پرست پر سلسلۂ قادریہ رضویہ میں بیعت کی سعادت حاصل کی اور امیر اہل سنت علامہ ابو البلال محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ سے طالب ہوئے۔ آپ اپنے خاندان کے ایک بزرگ حضرت حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے حمیدی مشہور ہوئے۔

آپ جب دعوتِ اسلامی سے وابستہ ہوئے تو آپ کی تبلیغی سرگرمیوں میں انتہائی تیزی دیکھنے میں آئی۔ آپ ساؤتھ افریقہ میں امام وخطیب کی حیثیت سے منتقل ہوئے تو پھر وہاں ہی کے ہو کر رہ گئے۔ وہاں آپ نے کئی مساجد اور مدارس بنائے۔ بے شمار غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔

آپ نے غیر مسلموں کو اسلام کی جانب راغب کرنے کے لئے انگلش زبان میں ایک کتاب "ویل کم ٹو اسلام" لکھی جس کی اشاعت دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے زیر اہتمام عمل میں آچکی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی مکتبۃ المدینہ ہی سے شائع ہو کر سامنے آچکا ہے۔ آپ نے نو مسلموں کی تربیت کے لئے ایک نصاب بھی ترتیب دیا تھا۔ امیر اہل سنت علامہ ابو البلال محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ نے جب غیر مسلموں کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے دعوتِ اسلامی کا ایک شعبہ "فیضانِ اسلام" عمل میں لایا تو دنیا بھر میں اس کی نگرانی بھی آپ کو تفویض کی گئی۔ آپ نے اسلام وسنیت کی تبلیغ واشاعت کے لئے کئی ممالک کا دورہ کیا۔ آپ کا آخری سفر موریشس کا تھا۔

آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م:1340ھ / 1921ء) کے ترجمہ "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" کی روشنی میں نہایت ہی آسان تفسیر انگلش میں پانچ جلدوں میں "مفتاح الاحسان "صفحۂ قرطاس پر منتقل فرمائی جس کی دو جلدیں دعوتِ اسلامی کے مکتبۃ المدینہ کے زیر اہتمام زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ بقیہ تین جلدیں زیرِ طبع ہیں۔ آپ نے امیر اہل سنت کی کتاب "کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب "کا بھی انگلش میں ترجمہ شروع کیا ہوا تھا۔

علامہ مفتی عبد النبی حمیدی رحمۃ اللہ علیہ چند ماہ کینسر کی وجہ سے بستر علالت پر رہے اور یوں آپ نے 3 شوال المکرم1446ھ۔2 اپریل2025ء بروز بدھ کو ساؤتھ افریقہ میں ہی رخت سفر باندھا اور کاروانِ آخرت سے جا ملے۔

تو کیا گیا کہ اک عہد کو ویراں کر گیا

نماز جنازہ بروز جمعرات صبح ساڑھے دس بجے آپ کے شاگرد مبلغ دعوتِ اسلامی مولانا محمد عثمان عطاری مدنی ملاوی کی اقتداء میں ادا کی گئی جس میں علما و مشائخ، ائمہ مساجد، جامعۃ المدینہ کے اساتذہ و طلبا اور ملک بھر سے آئے ہوئے کثیر عاشقان رسول نے شرکت کی۔ تدفین لوڈیم قبرستان پریٹوریا ساؤتھ افریقہ میں کی گئی۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کی خدمات جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین وخاتم النبیین

شریک غم وپرنم

دعا گو و دعا جو

گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

خلیفۂ مجاز بریلی شریف

سرپرست اعلیٰ: سہ ماہی مجلہ "سوئے طیبہ "(آن لائن)

ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی برہان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

آہ!

علامہ گل محمد سیالوی گلستانِ علم ودانش کو خیر باد کہہ گئے

از:سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ اجمعین

مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع تلہ گنگ کی فضا اس وقت سوگوار ہوگئی جب یہ پریشان کن خبر سامنے آئی کہ اہل سنت کی ہر دلعزیز اور متاثر کن علمی و فکری شخصیت علامہ گل محمد سیالوی اب ہمارے درمیان نہیں رہی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

علامہ گل محمد سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 1379ھ/1960ء میں ضلع میانوالی کے دور افتادہ گاؤں ناڑی میانہ میں ایک شریف اور متدین گھرانے میں ہوئی۔ آپ نے واں بھچراں، مدرسہ اشاعت العلوم چکوال اور لاہور کے مدارس میں قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی اور عالم باعمل بن کر سند فراغت حاصل کی۔

آپ نے فراغت کے بعد اپنے مادر علمی مدرسہ اشاعت العلوم چکوال میں دو برس تک درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔1402ھ/1982ء میں آپ سرزمین تلہ گنگ میں تشریف فرما ہوئے اور ملکوال کے قریب ایک نہایت ہی خستہ اور کچی کوٹھڑی سے دارالعلوم ضیاء قمر الاسلام تلہ گنگ کا قیام عمل میں لاکر درس و تدریس کا آغاز کیا۔

آپ کے خلوص، للّٰہیت اور استقامت کا یہ ثمرۂ شیریں ہے کہ آج یہاں دارالعلوم کی نہایت ہی پرشکوہ عمارت ایک یونیورسٹی کا منظر پیش کررہی ہے۔ آپ کی کاوشوں سے یہ ادارہ عظمتوں اور رفعتوں کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔

یہاں سے علوم دینیہ کے چشمے جاری ہوئے اور آپ کے ہزاروں تلامذہ یہاں سے فراغت کے بعد اسلام و سنیت کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہوئے اور انہوں نے محراب و منبر کی رونقوں کو دوبالا کیا۔

علامہ گل محمد سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ تلمذ امام المناطقہ والفلاسفہ استاذ العلماء علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ (م:1419ھ/1999ء) کی وساطت سے خیر آبادی دبستان تک جا پہنچتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کو منطق اور فلسفہ میں خاصا ملکہ حاصل تھا۔ آپ جب کسی بحث و مباحثہ میں علمی اور فلسفیانہ گفتگو فرماتے تو کئی گتھیاں سلجھتیں اور کئی نکات وا ہوتے تھے۔ دقیق اور پیچیدہ مسائل پر آپ جب گفتگو فرماتے تو ایسا لگتا کہ علم کا ایک سمندر موجزن ہے۔

آپ ایک درویش صفت عالم دین تھے۔ عجز و انکساری آپ کے کردار و عمل سے ظاہر و باہر تھی۔ نہایت ہی فیاض اور مہمان نواز تھے۔ علالت کے باوجود دمِ آخریں تک آپ کے چہرے پر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تازگی اور شادابی عیاں تھی۔

راقم آثم کو آپ سے تین چار بار ملاقات کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ آپ انتہائی ملنسار اور ہنس مکھ مزاج کے مالک تھے۔ سادات کرام کا احترام کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کا ذوق مطالعہ دیدنی تھا، نایاب کتب اور مخطوطات کی خریداری آپ کا من پسند مشغلہ تھا۔

1408ھ/1988ء میں آپ جب حج کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے بعد واپس آئے تو چالیس سے زائد جلدوں پر مشتمل ابن تیمیہ کا عربی فتاویٰ بھی خرید کر اپنے ساتھ لائے۔ آپ کا وسیع و عریض کتب خانہ ہے جہاں مختلف موضوعات پر نادر و نایاب کتب اور مخطوطات کا ذخیرہ نہایت ہی طریقے سلیقے سے موجود ہے۔ کتب خانے میں مختلف کتب پر آپ کے تحریر کردہ حواشی اور حوالہ جات آپ کے ذوقِ مطالعہ و تحقیق پر شاہد و ناطق ہیں۔

علامہ گل محمد سیالوی رحمۃ اللہ علیہ دمِ آخریں تک فکرِ رضا کے امین اور اسلاف کے خوشہ چین رہے۔ آپ کی زندگی احقاق حق اور ابطال باطل سے عبارت تھی۔ عقیدۂ ختمِ نبوّت اور ناموسِ رسالت کے تحفظ کے حوالے سے آپ کی خدمات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

18 ربیع الآخرۃ 1436ھ۔8 فروری 2015ء کو جامع مسجد حیات النبی چکوال میں مسلمانوں کے ایک عظیم اجتماع کے سامنے علامہ مفتی محمد عبدالحلیم نقشبندی زید مجدہ نے فتنۂ قادیانیت کی بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیوں اور کارستانیوں کے خلاف "قرار داد چکوال" کے نام سے ایک مسودہ پیش کیا۔ علما و مشائخ اور تمام حاضرین نے "قرار داد چکوال" کی تمام قرار دادوں کی بھرپور تائید و توثیق کی۔

"قرار داد چکوال" کے مؤیدین میں سترہویں نمبر پر علامہ گل محمد سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی نمایاں طور پر موجود ہے۔

قرار دادوں میں حکومت پاکستان سے پرزور مطالبہ کیا گیا کہ وہ قادیانیوں کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرے ،انہیں شعائر اسلام کے استعمال سے روکا جائے اور موضع دوالمیال میں واقع 1276ھ /1860ء سے قبل تعمیر کی گئی مسجد قادیانیوں اور ان کے ہمنواؤں کے قبضہ و تصرف سے آزاد کرائی جائے۔

پاکستانی عوام سے درخواست کی گئی کہ وہ قادیانیوں کی مصنوعات خریدنے سے گریز اور مقاطعہ کریں۔ چکوال کے قصبہ پچنند میں عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے حوالے سے منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنسوں میں بھی علامہ گل محمد سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار نہایت ہی روشن اور نمایاں رہا۔

آپ امیر المجاہدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م:1442ھ۔2020ء) کی مجاہدانہ کاوشوں سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ آپ نے جہاد بالقلم کے محاذ پر بھی عقیدۂ ختمِ نبوّت کا تحفظ نہایت ہی احسن انداز میں کیا ہے۔

نظریاتی اور اعتقادی حوالے سے آپ کے مضامین و مقالات کا ایک مجموعہ "مقالات سیالوی" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

آپ نے اردو زبان میں ایک مختصر مگر جامع کتاب "قہریزدانی بر سرِ دجال قادیانی" لکھی جو صفر المظفر 1435ھ۔ دسمبر 2013ء میں القمر لائبریری دار العلوم ضیاء قمر الاسلام تلہ گنگ سے پہلی بار شائع ہو کر سامنے آئی۔

جب بھی کسی نے آپ کو کہیں تقریر کے لئے بلایا تو آپ نے کبھی لیت و لعل سے کام نہیں لیا۔ جبی گاؤں والوں نے آپ کو تقریر کے لئے دعوت دی تو آپ وہاں علالت کے باوجود چلے گئے اور نہایت ہی زوردار انداز میں لوگوں کو اسلام وسنیت پر دم آخریں تک کاربند رہنے کی تلقین کی۔

آخر میں فرمایا: "جبی والو! اج میرے آخری چھکے نے، میں ہن تقریر جوگاتے کوئی ناں ہاں، میریاں گلاں سن لو تے پلے بن لو، پھر نال نصیباں ملساں۔"

آخر یہی ہوا یہ آپ کی زندگی کی آخری تقریر ثابت ہوئی۔ گویا آپ نے زبان حال سے کہہ دیا تھا:

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں
خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں

علالت کے آخری دنوں میں جب احباب آپ کی تیمارداری کے لئے آتے تو آپ انہیں ایک ہی بات بار بار فرماتے تھے: "بس اب انہی کے دیدار کا مشتاق ہوں، جن کے نغمے اور زمزمے پوری حیات گاتا رہا، بس اب دیدار یار کی طلب بے چین رکھتی ہے، مزید ہجر برداشت نہیں ہوتا۔

ترے غلاموں کا نقش مقام ہے راہ خدا
وہ کیا بھک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

29 شوال المکرم 1446ھ۔ 28 اپریل 2025ء بروز پیر کو علامہ گل محمد سیالوی رحمۃ اللہ علیہ گلستانِ علم و دانش کو خیر باد کہہ کر سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔

یکم ذوالقعدہ 1446ھ۔ 29 اپریل 2025ء بروز منگل صبح آٹھ بجے دربار حضرت میاں احمد رحمۃ اللہ علیہ ملکوال کے احاطے میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

سب کہاں ، کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

آپ کی وفات حسرت آیات سے علم و دانش کا ایک باب ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا، علم و ادب کا ایک آفتاب غروب ہو گیا، علم کا اک چراغ تھا نہ رہا۔

آپ کی وفات حسرت آیات سے نہ صرف سرزمین تلہ گنگ بلکہ دنیائے اسلام ایک معروف عالم دین ،استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر، مبلغ اور مصنف سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگئی ہے۔یہ ایسا خلا ہے جو کبھی پر نہ ہو سکے گا۔یہ ایسا خسارہ ہے جو کبھی پورا نہ ہو سکے گا۔

آہ صد آہ!

جانے والے تجھے روئے گا زمانہ برسوں

امید واثق ہے کہ آپ کے خلف الرشید اور جانشین صاحب زادہ علامہ ضیاء المصطفیٰ قمر زید مجدہ آپ کے مشن کو ادھورا نہیں چھوڑیں گے بلکہ مزید جذبہ وولولہ سے آگے بڑھیں گے اور اپنے والد بزرگوار کا نام روشن کریں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمارے ممدوح مرحوم کی خدمات جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ہمارے سمیت تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین وخاتم النبیین۔

شریک غم وپرنم

دعاگو ودعاجو

گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

خلیفۂ مجاز بریلی شریف

سرپرست اعلیٰ: سہ ماہی مجلہ "سوئے طیبہ" (آن لائن)

ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

آہ!

علامہ مفتی غلام حیدر قادری نقشبندی مصباحی مظفر پوری نہ رہے

از: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ النبی الامین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

مقام افسوس ہے کہ دنیائے رنگ و بو میں آسمان رشد و ہدایت پر علم و عرفاں کے چمکتے دمکتے ہوئے آفتاب و ماہتاب یکے بعد دیگرے غروب ہوتے جارہے ہیں۔ تاریکی چھائی جارہی ہے۔ روشنی مدھم ہوتی جارہی ہے، علما کے اٹھنے سے علم اٹھتا جارہا ہے۔ سوشل میڈیا پر اس خبر وحشت اثر نے ہر دردمند سنی مسلمان کو ایک بار پھر تڑپا کر رکھ دیا ہے کہ دنیائے اہل سنت کی ممتاز علمی و فکری شخصیت علامہ مفتی غلام حیدر قادری نقشبندی مصباحی مظفر پوری بھی ہمیں داغ مفارقت دے گئی ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

ہندوستان کے صوبہ بہار کے ضلع سیتامڑھی کے قصبہ بلسنڈ، اسلام پور میں 1380ھ۔1960ھ کے اواخر میں ایک متوسط کاشتکار محمد مسلم مرحوم کے گھر میں ایک بچے کی ولادت ہوئی جس کا نام "غلام حیدر" تجویز ہوا جو آگے چل کر اسم بامسمی ثابت ہوا۔

یہ پورا علاقہ اس وقت جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ آپ کے والد بزرگوار نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی اور آپ کو یہاں سے کچھ دور بلواٹولہ رائے پور کے ایک چھوٹے سے مکتب میں داخل کرایا جہاں مولوی جان صاحب نے بسم اللہ خوانی سے آپ کے تعلیمی سفر کا آغاز کیا۔ یہاں آپ نے ناظرہ قرآن کریم ،اردو، فارسی اور دینیات وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔

1391ھ /1972ء کے اوائل میں آپ کو اپنے چچا نبی حسن صاحب نے مدرسہ تیغیہ بحر العلوم دامودر مظفر پور میں داخل کرادیا جہاں آپ نے مولانا اسرار الحق پنڈولوی سیتامڑھی کے زیر سایۂ کرم گلستان، بوستان اور میزان وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے مدرسہ تیغیہ انوار العلوم ماڑی پور مظفر پور میں داخلہ لیا جہاں آپ نے علامہ جید القادری، علامہ شاکر القادری، مفتی محمد قاسم ابراہیمی، مفتی عثمان رضوی، مفتی شمیم القادری اور مولانا سلیمان وسیمی کے زیرِ عاطفت 1393ھ۔ 1973ء سے لے کر 1398ھ۔ 1978ء تک نحو میر سے شرح جامی تک تعلیم حاصل کی۔

آخر میں اہل سنت کی معروف علمی درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی میں داخلہ لیا اور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م 1396ھ۔ 1976ء) کے قدموں میں آپ کو جگہ ملی۔ یہاں آپ نے 1399ھ۔ 1979ء سے لے کر 1405ھ۔1985ء تک بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی ، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، مولانا عبد اللہ عزیزی، مولانا نصیر الدین مصباحی، مولانا اسرار احمد مصباحی اور علامہ عبد الشکور عزیزی مصباحی جیسے متبحر علما کے زیرِ عاطفت تعلیم مکمل فرمائی اور 1405ھ۔1985ء کے عرس حافظ ملت میں ہندو بیرون ہند کے مؤقر علما کے ہاتھوں آپ دستار فضیلت و قرآت سے سرفراز ہوئے۔

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے سند فراغت لینے کے بعد آپ مدرسہ اصلاح المسلمین بیجا ناتھ پارہ رائے پور چھتیس گڑھ کی مسند صدرات پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنے علم وفن کی بزم آراستہ کی۔ آپ ایک کہنہ مشق اور نہایت ہی مشفق مدرس تھے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ سے متاثر ہو کر دور دراز کے علاقوں سے چھوٹے بڑے تشنگانِ علم آپ کے حلقۂ درس میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے۔ یہاں آپ نے پانچ سال تک درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔

پیر طریقت حضرت سید طارق ضیا نقشبندی مدظلہ سندیلہ شریف لکھنؤ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور 1431ھ۔2010ء میں ان سے اجازت وخلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔

تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کو اجازت وخلافت حاصل تھی۔

آپ بیک وقت شیخ الحدیث، شیخ التفسیر، شیخ طریقت، امام نحو، واعظ نکتہ داں اور امام الحکمت کے منصب پر فائز تھے۔

آپ نے اپنے علاقے کی علمی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے اپنے رفقاء حاجی رحیم بخش مرحوم، خدا بخش مرحوم اور کریم بخش مرحوم کے ساتھ مل کر 15 شوال المکرم 1411ھ۔یکم مئی 1991ء بروز بدھ کو سرزمین مظفر پور پر ایک ادارہ دارالعلوم مسلم یتیم خانہ کا قیام عمل میں لایا۔

جب آپ نے اس ادارے کی بنیاد رکھی تو اس وقت یہاں ہر طرف سنسان جنگل تھا جس میں ہر سمت تاڑ و کھجور کے قوی ہیکل درخت مسلح لشکر و سپاہی کی طرح سینہ تانے کھڑے تھے، شام کے بعد کوئی شخص یہاں آنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ آپ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے اس خطے کو رونق بخشی اور اس کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔

آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے جنگل کو منگل بنا دیا۔ آغاز میں جب مدرسہ کا کام شروع ہوا تو یہاں رہنے کے لئے نہ کوئی جگہ تھی نہ سونے کے لئے کوئی بستر، بس ایک چٹائی تھی جس پر آپ سوتے اور تکیے کی جگہ آپ کے سرہانے ایک اینٹ ہوتی تھی۔ آپ اس ادارے کی تعمیر وترقی کے لئے گرمیوں میں چلچلاتی دھوپ اور سردیوں میں یخ بستہ ٹھنڈ میں کبھی پیدل اور کبھی سائیکل چلا کر دور دراز علاقوں کا سفر کرتے اور تشنگانِ علم کے لئے تحصیل علم کے اسباب مہیا فرماتے تھے۔ آپ نے اپنے خون جگر سے اس ادارے کی بنیادوں کو سینچا تب آپ کا دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور آج اس ادارے کو مظفر پور اور اس کے اطراف و مضافات میں اہل سنت کی ایک نہایت ہی معیاری علمی دانش گاہ کی حیثیت سے شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہے۔

بے شمار لعل و گوہر آپ کی نگاہِ فیض پا کر افق علم و ادب پر سایہ افگن ہوئے۔ آپ نے قوم وملت کو سینکڑوں حفاظ و قرا، علماو فضلا، ادیب ونقیب اور شاعر وخطیب تیار کر کے دیئے ہیں۔

آپ نے مظفر پور اور گرد و نواح میں سینکڑوں مساجد بنوائیں اور ان میں سنی صحیح العقیدہ امام و خطیب مقرر کئے۔ آپ نے کئی مدارس اور تنظیمات کی نگرانی اور سرپرستی فرمائی۔

آپ نے میدانِ مناظرہ میں مہارت تامہ حاصل کی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے شہر مظفر پور میں وہابیہ اور دیابنہ کے بڑھتے ہوئے قدموں میں شکست و نامرادی کا ایسا شکنجہ ڈالا کہ انہیں دوبارہ یہاں پنپنے نہیں دیا۔

آپ نے قلم و قرطاس کے حوالے سے بھی گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ آپ کی نگارشات میں تاجدارِ انبیاء ، تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تاجدارِ کربلا، سوانح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، سوانح امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، بہار عید، نماز کامل، عورتوں کی جنت مردوں کی بہشت کے نام شامل ہیں۔

علامہ مفتی غلام حیدر قادری نقشبندی مصباحی رحمۃ اللہ علیہ میدانِ شعر و ادب کے بھی شہسوار تھے۔ آپ کی شاعری میں حسن کی پرکاری، عشق رسول کی بے قراری، محبت اولیا کی فراوانی بدرجۂ اتم ہے۔"بہار مدینہ" کے نام سے آپ کا نعتیہ کلام محفوظ ہے۔

مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر آپ کی ایک نعت کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

عرصۂ محشر ہو اور انجمن آرائی ہو
لاج کملی رہے ، میری نہ رسوائی ہو
میری دنیائے تصور میں ہے طیبہ کی فضا
کیسے نظروں میں میرے خلد کی رعنائی ہو
حاضری محشر میں ہو جس گھڑی حیدر کی حضور
اس نے بھی آپ کے قدموں میں جگہ پائی ہو

لکل امۃ اجل کہ موت کا وقت ہر ایک کے لئے مقرر ہے۔یوں علم و ادب کا یہ آفتاب بھی اپنے مقررہ وقت پر6 ذیقعدہ1446ھ۔ 5 مئی 2025ء بروز پیر کو غروب ہو کر ہم غربائے اہل سنت سے ہمیشہ کے لئے اوجھل ہو گیا۔یوں ایک عہد اختتام پذیر ہوا۔ علم و دانش کا ایک باب بند ہو گیا۔

اب ڈھونڈ انہیں چراغ رخ زیبا لے کر

آپ کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی، آپ نے اپنی حیات مستعار کے شب و روز اسلام و سنیت کی تبلیغ واشاعت کے لئے وقف کئے ہوئے تھے۔ آپ چلے گئے لیکن آپ کا قائم کیا گیا ادارہ اور آپ کے تلامذہ آپ کی یادوں کے نقوش ہمیشہ زندہ و تابندہ رکھیں گے۔

امید ہے کہ آپ کے صاحبزادہ والا شان علامہ مفتی جمال اشرف قادری آپ کے مشن کو جاری و ساری رکھیں گے اور آپ کی جلائی گئی شمع کو بجھنے نہیں دیں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ہم سمیت تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین

شریک غم و پر نم

دعا گو و دعا جو

گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفر لہ

خلیفۂ مجاز بریلی شریف

سر پرست اعلیٰ: سہ ماہی "سوئے طیبہ "(آن لائن)

ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ

ترجمۂ کنز العرفان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔

(پ21، العنکبوت:69)

آہ!

جانشین شیخ القرآن مولانا محمد فضل الرحمٰن اشرفی قادری اوکاڑوی بھی کاروانِ آخرت سے جا ملے

از: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ النبی الامین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

یہ غم آنگیں خبر ہم غربائے اہل سنت پر برق بن کر گری کہ مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے مردم خیز خطہ اوکاڑہ میں شیخ القرآن و الحدیث استاذ العلماء علامہ غلام علی اشرفی قادری اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ (م:1421ھ/2000ء) کے خلف الرشید اور جانشین مولانا صاحب زادہ محمد فضل الرحمن اشرفی قادری اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیں داغ مفارقت دے کر کاروانِ آخرت سے جا ملے ہیں۔ان کی رحلت سے نہ صرف ضلع اوکاڑہ کی فضا سوگوار ہے بلکہ دنیا بھر میں بسنے والا ہر دردمند سنی مسلمان پریشان اور غمگین ہے۔

ٹپک پڑتے ہیں آنسو جب تمہاری یاد آتی ہے
یہ وہ برسات ہے جس کا کوئی موسم نہیں ہوتا

جانشین شیخ القرآن صاحب زادہ مولانا محمد فضل الرحمن اشرفی قادری اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 13 ربیع الاول 1382ھ۔14 اگست 1962 بروز پیر کو اوکاڑہ میں ہوئی۔آپ کا تاریخی نام "غلام عمر" استخراج ہوا اور حضرت قبلہ شیخ القران نے آپ کا نام محمد فضل الرحمٰن رکھا۔

آپ کی تعلیم وتربیت کا آغاز گھر میں اپنے والد بزرگوار سے ہوا۔ ابتدائی تعلیم اوکاڑہ، ثانوی تعلیم لاہور اور اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور تشریف لے گئے اور وہاں سے اسلامیات اور عربی میں ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے زمانۂ طالب علمی میں سیاست کا اغاز انجمن طلبہ اسلام کے پلیٹ فارم سے کیا اور شب و روز محنت کے بعد آپ انجمن طلبہ اسلام پنجاب کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ آپ کی قیادت میں انجمن طلبہ اسلام نے پورے پنجاب میں انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔

بہاولپور یونیورسٹی میں جب آپ زیر تعلیم تھے تو مخالفین نے آپ پر جان لیوا حملہ کیا، آپ کی ٹانگ پر گولی لگی تو بری طرح زخمی ہوئے۔ آپ اہلسنت وجماعت کے ایک نڈر اور بے باک رہنما تھے۔ مخالفین نے آپ کی راہ میں کافی روڑے اٹکائے لیکن آپ جبل استقامت ثابت ہوئے اور آگے بڑھتے رہے۔

آپ نے ختم نبوت، ناموسِ رسالت کے تحفظ اور مملکت خداداد پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے عملی نفاذ کے لئے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں ملک کے دور دراز علاقوں کا دورہ کیا۔

آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جمیعت علمائے پاکستان پنجاب اور متحدہ قومی محاذ پنجاب کے صدر ہونے کی حیثیت سے نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرونی ممالک میں بھی عظیم الشان سنی کانفرنسز میں شرکت فرماتے تو اپنے صاحبزادہ والا شان مولانا محمد فضل الرحمن اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بچپن ہی سے اپنے ہمراہ لے کر جاتے تھے۔ یوں آپ کو مذہب اور سیاست سے لگاؤ ورثے میں ملا تھا۔

حصول علم سے فراغت کے بعد آپ اوکاڑہ میں جامعہ حنفیہ اشرف المدارس کے ناظم اعلیٰ بنے اور اپنے والد بزرگوار کی نگرانی میں جامعہ کا نظم و نسق نہایت ہی احسن انداز میں سنبھالا۔ آپ نے جمیعت علمائے پاکستان کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لیا اور ملک میں نظام مصطفیٰ کے عملی نفاذ کے لئے بھر میں کام کیا۔

آپ اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ القرآن کی ظاہری حیات میں ہی جمیعت علمائے پاکستان میں مرکزی عہدوں پر فائز ہوئے اور اہل سنت کے مختلف دھڑوں کو اکٹھا کرنے کے لیے دن رات ملک کے طول و عرض کے دورے کیے اور علما و مشائخ سے ملاقاتیں کر کے انہیں قائل کیا کہ موجودہ حالات میں اہل سنت کا اتفاق اور اتحاد بہت ضروری ہے۔ لاہور میں موچی دروازہ پر عالمی سنی کانفرنس منعقد کرنے کا سہرا بھی آپ ہی کے سر رہا۔

آپ نے لاہور میں مینار پاکستان پر ایک فقید المثال سنی کانفرنس بھی منعقد کروائی جس میں دنیا بھر سے علما و مشائخ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں قائد اہل سنت علامہ حافظ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (م:1424ھ۔2003ء)، مجاہد ملت علامہ محمد عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ (م:1422ھ۔2001ء) اور شیخ القرآن علامہ غلام علی اشرفی قادری اکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ (م:1421ھ۔2000ء) نے نہ صرف شرکت کی بلکہ قوم کو اپنے بصیرت افروز خطبات سے بھی نوازا۔

اس کانفرنس میں جماعت اہل سنت پاکستان کو بھی فعال کیا گیا اور اس جماعت کے ذریعے ایک مرتبہ پھر سنی علما و مشائخ اور عوام کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دیا گیا تھا۔

آپ کا دل جذبۂ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبریز تھا جس پر آپ کی حیات مستعار کے شب و روز شاہد و ناطق ہیں۔ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ القرآن علامہ غلام علی قادری اشرفی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے جانشین اور سجادہ نشین منتخب ہوئے۔

آپ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے عظیم مشن کو جاری و ساری رکھا۔ آپ اوکاڑہ میں ہر سال عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے 12 ربیع الاول کے مرکزی جلوس کی قیادت فرماتے رہے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صفات سے متصف فرمایا ہوا تھا۔ آپ وسیع النظر، معاملہ فہم اور نہایت درویش صفت انسان تھے۔ آپ کی ساری زندگی سادگی اور انکساری میں بسر ہوئی۔ آپ خوش اخلاق اور ملنسار تھے، ہمیشہ دھیمے انداز میں گفتگو فرماتے اور چہرے پر مسکراہٹ برقرار رکھتے تھے۔ آپ جب بولتے تو آپ کی باتوں سے خوشبو آتی تھی۔

آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جب سرزمین اوکاڑہ میں آئے تو یہاں اہل سنت کی صرف ایک یا دو مساجد تھیں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشوں سے اب یہاں کم و بیش 300 سے زائد مساجد آباد ہیں جن کے میناروں سے نہ صرف اذانوں بلکہ درود و سلام کی گونج بھی سنائی دے رہی ہے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جس مسجد میں خطاب فرمایا کرتے تھے آپ نے اس کا نام ام المساجد رکھا جس کی عمارت نہایت ہی پر شکوہ ہے اور جو خوبصورتی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔

حضرت قبلہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ 1368ھ۔1949 میں جب اوکاڑہ میں تشریف لائے تو دم آخریں تک اسی مسجد میں خطابت فرماتے رہے۔

اس مسجد کی عمارت جب بوسیدہ اور کمزور ہوئی تو حضرت صاحبزادہ محمد فضل الرحمن اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے پرانی عمارت کو گرا کر از سر نو اس کی تعمیر کر کے اسے دوبارہ ایک عالی شان مسجد بنا دیا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے 1373ھ۔ 1954 میں اوکاڑہ میں جامعہ حنفیہ اشرف المدارس کا قیام عمل میں لایا اور درس و تدریس کا آغاز فرمایا تھا اس جامعہ کی عمارت بھی جب بوسیدہ اور کمزور ہوئی تو حضرت صاحبزادہ محمد فضل الرحمن قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بھی گرا کر از سر نو تعمیر کیا۔ آپ نے جامعہ حنفیہ اشرف المدارس میں بھی ایک نہایت ہی خوبصورت مسجد جو کہ فن تعمیر کا شاہکار ہے تعمیر کروائی۔

آپ نے جامعہ میں بچوں کی رہائش گاہیں اور اور بڑے بڑے ہال بھی تعمیر کروائے۔ آپ نے برکات القرآن اور ہجویری مسجد کو دوبارہ عالی شان طریقے سے تعمیر کروایا۔

چک نمبر پانچ فور ایل میں بچیوں کے لیے ایک خوبصورت مدرسے کا قیام عمل میں لایا، اللہ داد کالونی میں بچیوں کے حفظ کے لیے بھی ایک مدرسہ قائم کیا۔

آپ نے گزشتہ سال جامعہ ام المساجد میں شیخ القرآن اکیڈمی کے نام سے شعبہ حفظ کا آغاز بھی کیا۔

آپ کی سرپرستی اور نگرانی میں جامعہ حنفیہ اشرف المدارس نہایت ہی تیزی سے ترقی کی جانب گامزن تھا۔

آپ تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کرتے تھے: "اشرف المدارس کے طلبہ دنیا کے ہر خطے میں موجود ہیں"۔

آپ نے سیر وافی الارض کے تحت دنیا کے بہت سے ممالک کے تبلیغی دورے کیے جن میں امریکہ، برطانیہ، متحدہ عرب امارات، ترکیہ، سعودی عرب اور عراق شامل ہیں۔

آپ نے امریکہ کی کم و بیش 14 ریاستوں کا نہایت ہی کامیاب دورہ کر کے وہاں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام کیا تھا۔

آپ نے کئی مرتبہ حج وعمرہ اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری کی سعادت حاصل کی تھی۔

آپ کو حضور غوث اعظم سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ عقیدت تھی اور اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ القرآن کے حکم کے مطابق ہر ماہ گیارہویں شریف کا اہتمام نہایت ہی ذوق وشوق سے کرتے تھے۔ ملکی سیاست پر آپ کی بہت زیادہ گہری نظر تھی۔

امیر اہل سنت فرماتے ہیں:

اپنے اندر دینی درد پیدا کرنے کیلئے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی دینِ اسلام کیلئے قربانیوں کا مطالعہ کیجئے۔

ادارہ قندیل حق اٹک کے مقاصد و اہداف

☆ اللہ و رسول کی رضا

☆ سیرت الرسول کے مختلف پہلوؤں لوگوں تک پہنچانا، ہمارا نصب العین ہے۔

☆ قرآن و سنت کا پیغام بنام درس قرآن و درس حدیث کے توسط سے عام کرنا۔

☆ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنا، اور اس کی صحیح ترجمانی کرنا۔

☆ اہل سنت کے عقائد و نظریات کا تحفظ ہمارے ترجیحی مقاصد میں سے ہے۔

☆ دین اسلام پر وارد اعتراضات کے جوابات دینا، اور تعلیمات اسلام کی صحیح ترویج و اشاعت کرنا۔

☆ صحابہ و اہل بیت کے فضائل و مناقب بیان کرنا، اور ان مقدس ذوات کا دفاع کرنا۔

☆ علما کے علمی شہ پاروں کے ساتھ ساتھ نوجوان فضلا کی معیاری تحریروں کو منظر عام پر لا کر انکی دلجوئی کرنا۔

☆ مختلف اور جدید مسائل پر تحقیقات پیش کرنا۔

☆ معاشرے میں پھیلی بدامنی، انارکی اور بد عملی کے خاتمے کے لیے اصلاحی پیغام لوگوں تک پہنچانا۔

نوٹ! ان شاء اللہ سالانہ بنیادوں پر اس سہ ماہی کی اشاعت بھی کی جائے گی۔

اپیل! ہمارے نیک ارادوں کی تکمیل کے لیے اور ہمارا پیغام عام کرنے کے لیے ہمارا ساتھ دیجیے۔

92315:5870158.....+92310:0053916